ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۲۱	محرم الحرام ۱۴۳۴ھ / نومبر ۲۰۱۳ء	شمارہ : ۱۱

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

امریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور ای میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 35330311 - 042

خانقاہِ حامدیہ : 35330310 - 042

فون/فیکس : 37703662 - 042

موبائل : 4249301 - 0333

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
کیا اِنسان چاند پر پہنچ سکتا ہے ؟.......	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۴
پردہ کے اَحکام	حضرت مولانا محمد اَشرف علی صاحب تھانویؒ	۲۷
سیرت خلفائے راشدینؓ	حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ	۳۳
محرم الحرام کی فضیلت اَور منکراتِ مروجہ کی مذمت	حضرت مولانا مفتی سیّد عبدالکریم صاحبؒ	۴۳
عمار خان کا نیا اِسلام اَور اُس کی سرکوبی	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۵۰
گلدستہ اَحادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۶۱
اَخبار الجامعہ		۶۳

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ !

گزشتہ چند برسوں سے یہ بات بہت کثرت سے سننے دیکھنے میں آرہی ہے کہ وہ لطیفے اَور فرضی قصے جو سکھوں سے منسوب کر کے سنے سنائے جاتے تھے اَب پٹھانوں، بنگالیوں اَور دیہاتیوں پر چسپاں کیے جارہے ہیں سکھوں، ہندو بنیوں، ساہوکاروں اَور رشوت خوروں کا اَب کوئی تذکرہ نہیں کیا جاتا۔قرآنِ پاک میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [۱]

''اے اِیمان والو ! ٹھٹھا نہ کرے ایک قوم دُوسری قوم سے شاید وہ (جن کا مذاق اُڑایا جارہا ہے) بہتر ہوں اُن (مزاق اُڑانے والوں) سے اَور نہ عورتیں دُوسری عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں اُن سے ۔اَور عیب نہ لگاؤ ایک دُوسرے کو اَور نام نہ ڈالو چڑانے کو ایک دُوسرے کے۔

برا نام ہے گنہگاری بعد اِیمان (لانے) کے اَور جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی ہے بے اِنصاف۔''

---

[۱] پارہ ۲۶ سُورۃ الحجرات آیت ۱۱

اِس آیتِ مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مولانا شبیر اَحمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

''یعنی ایک جماعت دُوسری جماعت کے ساتھ نہ مسخرا پن کرے نہ ایک دُوسرے پر آوازیں کسے جائیں نہ کھوج لگا کر عیب نکالے جائیں اَور نہ برے ناموں اَور برے اَلقاب سے فریقِ مقابل کو یاد کیا جائے کیونکہ اِن باتوں سے دُشمنی اَور نفرت میں ترقی ہوتی اَور فتنہ وفساد کی آگ زیادہ تیزی سے پھیلتی ہے۔ سبحان اللہ ! کیسی بیش بہا ہدایات ہیں۔ آج اَگر مسلمان سمجھیں تو اُن کے سب سے بڑے مرض کا مکمل علاج اِسی ایک سورۂ حجرات میں موجود ہے۔''

''یعنی کسی کا برا نام ڈالنے سے آدمی خود گنہگار ہوتا ہے اُسے تو واقع میں عیب لگا یا نہ لگا لیکن اُس کا نام بدتہذیب، فاسق گنہگار مردم آزار پڑ گیا۔ خیال کرو ''مومن'' کے بہترین لقب کے بعد یہ نام کیا اچھے معلوم ہوتے ہیں [۱] یا یہ مطلب ہے کہ جب ایک شخص اِیمان لا چکا اَور مسلمان ہو گیا اُس کو مسلمانی سے پہلے کی باتوں پر طعن دینا یا اُس وقت کے بدترین اَلقاب سے یاد کرنا مثلاً یہودی یا نصرانی وغیرہ کہہ کر پکارنا نہایت مذموم حرکت ہے۔ اِسی طرح جو شخص کسی عیب میں مبتلا ہو اَور وہ اُس کا اِختیاری نہ ہو یا ایک گناہ سے فرض کیجیے توبہ کر چکا ہے، چڑانے کے لیے اُس کا ذکر کرنا بھی جائز نہیں۔''

''یعنی جو پہلے ہو چکا اَب توبہ کرلو اَگر یہ اَحکام وہدایات سننے کے بعد بھی اِن جرائم سے توبہ نہ کی تو اللہ کے نزدیک اَصلی ظالم یہ ہی ہوں گے۔''

اِس ترجمہ اَور تفسیر کی روشنی میں یہ بات اَچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کا آپس میں

---

[۱] یعنی ''مومن'' جیسے پاکیزہ وصف کے ساتھ فاسقوں فاجروں جیسی حرکات، مسخرہ پن اَور بازاری حرکتیں کس قدر بدنما داغ ہیں۔ محمود میاں غفرلہٗ

ایک دُوسرے کا اِس طرح مذاق اُڑانا خود اُن کے اَپنے نقصان کا سبب ہوگا ، ایسی دِل لگی جس سے کسی مسلمان کی تذلیل یا توہین ہوتی ہو دینی ، اَخلاقی اَور معاشرتی کسی بھی اِعتبار سے جائز نہیں ہے۔

پاکستان اَور اِسلام سے پٹھان قوم کی وابستگی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے اَور اِسلام کے لیے اُن کی قربانیاں گزشتہ پینتیس برس سے ساری دُنیا مشاہدہ کر رہی ہے جہاد کا علم بلند کر کے رُوس اَور اَمریکہ جیسی طاغوتی طاقتوں کا غرور خاک میں مِلانے کا سہرا بھی اِن ہی اَفغانوں ، پٹھانوں اَور بلوچوں کے سر ہے اگرچہ اِس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اہلِ پنجاب بھی اِس کارِ خیر میں حصہ لیتے رہے ہیں مگر اِس کے ہراول دَستہ ہونے کا اِعزاز اُن ہی کو حاصل ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اِن لطیفوں میں ''سکھوں'' کے بجائے ''پٹھانوں'' پر چوٹ کرنے کو ایک خاص سازش کے تحت غیر محسوس اَنداز میں رواج دیا گیا ہے اَور اِس سازش کے پیچھے بھارت واَمریکہ کا ہاتھ بھی معلوم ہوتا ہے ، موبائیل کمپنیاں اِن کا مؤثر آلہ کار ہیں جو اِس قسم کے خود ساختہ قصوں کو چلا کر اَپنی آمدنی میں دوطرفہ اِضافہ کر رہی ہیں تا کہ مسلمانوں میں آپس کی دُشمنی اَور نفرت کو بڑھا کر ایسی جنگجو ، غیرت منداَور نِڈر قوم کو نظروں سے گرا دیا جائے جو اُن کے مذموم مقاصد کی راہ میں رُکاوٹ بن سکتی ہو۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ اِس عمل سے اَپنے کو روکیں اَور موبائیل پر آنے والے اِس قسم کے پیغامات کو آگے نہ چلائیں بلکہ ضائع کر دیں یا پٹھان اَور دیگر مسلم اَقوام کے نام کو حذف کر کے اُس کی جگہ بنیا ، سکھ ، یہودی ، عیسائی ، پادری ، قادیانی ، مرزائی ، راشی میں سے کوئی سا لفظ تحریر کر کے آگے چلایا کریں تا کہ کم اَز کم اَیذائے مسلم کے گناہ سے بچا جا سکے۔

نیز ایسی موبائیل کمپنیاں جو مسخروں اَور مراسیوں کی خدمات حاصل کر کے اِس جیسے ناپسندیدہ کام میں ملوث ہیں اُن کے خلاف عوام کو اِحتجاج کر کے اِس گندی رِوش سے باز رکھنے کی بھرپور کوشش بھی کرنی چاہیے۔ وما علینا الا البلاغ

مولای صلِّ وسلِّم دائماً ابدا — درسِ حدیث — علٰی حبیبک خیر الخلق کلّھم

حضرتِ اَقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس ؒ کے مریدین اَور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اَللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدس ؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

''سچا وعدہ'' تجارت کی ضرورت ہے، نفع کی حد
اِمام نماز زیادہ لمبی نہ کرائے، باپ کا بیٹے کو تحفہ

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 76 سائیڈ A,B 1987 - 09 - 20)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

یہ ذکر ہو رہا تھا کہ ایک صحابی جن کا نام عَمْرو بن عَبَسَۃْ ہے وہ بتلاتے ہیں کہ میں جنابِ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے کچھ سوالات کیے۔

اُن میں یہ سوال بھی تھا کہ دین میں کون کون لوگ داخل ہیں تو آپ نے اُس کا جواب اِرشاد فرمایا کہ آزاد ہو یا غلام یعنی بالکل بے حیثیت جسے کہا جاتا تھا جانور کے دَرجے میں اُس زمانے میں (غلام کو) سمجھا جاتا تھا وہ بھی تو دونوں ہیں اَور آزاد میں دونوں قسم کے آگئے اَمیر ہوں یا غریب۔

اِنہوں نے جو سوالات کیے وہ سوال وہی ہیں جو حدیثِ جبرائیل علیہ السلام میں گزرے جن میں اُنہوں نے سوال کیا تھا اِسلام کیا ہے، اِیمان کیا ہے، اِحسان کیا ہے، قیامت کے بارے میں سوال کیا مگر وہاں جوابات اَور ہیں آپ کے۔ اَور وہ ایسے ہے جیسے کہ کسی غیر مسلم کو اِسلام کے بارے میں بتانا ہو کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنا یعنی اِقرار کرنا، اللہ کے سب اَنبیائے کرام پر جنہیں ہم جانتے ہیں اَور جنہیں

نہیں جانتے سب پر اِیمان لانا، وغیرہ وغیرہ۔

یہاں بھی وہی سوالات ہیں مگر جوابات بالکل مختلف ہیں اُنہوں نے پوچھا اِسلام کیا ہے ؟ تو آپ نے اِنہیں یہ نہیں بتایا معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہ چیزیں جانتے تھے اِنہیں عمل بتایا کہ اِسلام یہ ہے کہ آدمی گفتگو عمدہ رکھے میٹھی گفتگو ہو اِطْعَامُ الطَّعَامِ جو محتاج ہیں یا مسافر ہیں یا ضرورتمند ہیں یا قیدی ہیں اُن کو کھانا کھلاتا رہے۔ اِیمان کے بارے میں بتایا کہ صبر اَور سماحت، صبر کا مطلب جمے رہنا اِستقامت، سماحت سخاوت۔

☆ میں نے دَریافت کیا کہ اِسلام کے اَعمال میں کونسا عمل اَفضل ہے ؟ اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ تو آقائے نامدار ﷺ نے جواب دیا مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ جس کی زبان اَور ہاتھ سے سب مسلمان محفوظ رہیں مطمئن رہیں وہ ہے۔ اِسلام کا یہ عمل نیکیوں میں اِسلام کے بتلائے ہوئے کاموں میں سب سے اَچھا عمل ہے اَور ہے بھی بڑا مشکل۔ اِنسان کے ہاتھ سے تکلیف نہ پہنچے یہ تو ہو جاتا ہے کہ بھئی خود کمزور ہے کوئی تکلیف پہنچا ہی نہیں سکتا لیکن زبان سے تو پہنچاتا رہے گا غیبت کرلے گا چغلی کرلے گا کوئی برائی کردے گا کوئی اِلزام لگا دے گا دَسیوں قسم کے گناہ ہیں جو اِنسان کرسکتا ہے اَور دُوسرے کو اُس کے ذریعہ تکلیف پہنچا سکتا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ نے اِسلام کے کاموں میں یہ کام بتایا کہ یہ سب سے بڑا کام ہے کہ اُس کی طرف سے لوگ مطمئن رہیں۔

دُعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح معنٰی میں اِسلام پر عمل کی توفیق دے کہ دو سو سال سے مسلسل اِنحطاط اَور خرابیاں چلتی آرہی ہیں۔ اَب مسلمان ایسی چیز بن کے رہ گیا ہے کہ جس سے کوئی بھی معاملہ کرلے تو اِطمینان نہیں ہوسکتا اَور حقیقتًا یہ تھا کہ اَگر معاملہ مسلمان سے کیا جائے تو سمجھا جاتا تھا کہ یہ مسلمان کی بات ہے اَور اُس کا بڑا وزن تھا۔

وعدہ زبانی ہو یا تحریری پورا کرنا ضروری ہوتا ہے :

اَور اِسلام نے کوئی فرق نہیں رکھا، لکھ کر وعدہ کرو یا زبانی وعدہ کرو ایک ہی بات ہے، لکھ لو

گواہ بنالو تاکہ معاملہ صاف رہے یہ اَلگ بات ہے لیکن اَگر کوئی زبان سے وعدہ کر لیتا ہے تو اُس کے بارے میں فتوی کیا ہے اَور لکھ کر وعدہ کرتا ہے اُس کے بارے میں فتوی کیا ہے تو فتوی ایک ہی ہے کہ وعدہ وعدہ ہی ہے اَب چاہے لکھ کر کرے چاہے ویسے کرے۔ تو مسلمان جو تھے وہ ایسے تھے کہ زبان کے پکے بات جو کرلی وہ پکی اَور اَب یہ ہے کہ کسی بات کا اِعتبار نہیں، تجارت کے اُصول کے بالکل خلاف کرتے ہیں۔

''سچا وعدہ'' تجارت کی ضرورت ہے چاہے مسلمان ہو یا کافر :

اِسلام نے تجارت میں دیانتداری بتائی ہے اَور دیانتداری جو ہے یہ تجارت کی ضروریات میں سے ہے اَگر دیانتداری برتو گے تو تجارت کو فروغ ہوگا، نہیں برتو گے نہیں فروغ ہوگا ایک اُصول ہے کھلا ہوا اِسے غیر مسلم اَقوام نے اَپنا رکھا ہے اَور مسلمان اِتنے گر گئے اَخلاقی طور پر کہ تجارت میں بھی گڑ بڑ کرنے لگے، یہاں سے جو چیز باہر سپلائی ہوتی ہے نمونہ کچھ دِکھایا جاتا ہے بھیجتے کچھ ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہاں کی چیزوں کو پسند نہیں کیا جاتا۔ اَچھا پھر یہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، ہمارا ملک مسلمان ہے، مسلمانوں کو مسلمانوں سے تعلق رکھنا چاہیے اَرے بھائی یہ دھوکے بازی کہ رُوئی میں تم اِینٹیں بھر دو اَور کسی چیز میں کوئی اَور چیز مِلا دو تو یہ کون سا اِسلام ہے یہ کب اِسلام نے بتلایا۔ تو غیر مسلموں کی سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ یہ تجارتی اُصول ہے جیسے کہ سمگلر ہیں بات کے بڑے پکے بڑے سچے، اِشاروں میں اُن کی باتیں ہوتی ہیں اَور بالکل فرق اُس میں نہیں آنے دیتے باہر ملکوں میں اَدائیگی ہوگی اَور لین دین ہوگا یہ ہوگا وہ ہوگا بالکل ٹھیک ٹھیک، یہ کیوں ہے ؟ اِس واسطے کہ یہ سچائی اُن کی تجارتی ضرورت ہے۔ تو تجارت کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں اُن میں ایک تقاضا یہ ہے تجارت کا کہ جو کہے وہ ٹھیک کہے، جو بات ہو رہی ہو وہ صاف ستھری ہو، جو نمونہ دکھایا جائے مال وہی دیا جائے۔

تجارت میں نفع کی حد :

نفع اَندوزی نفع کا لالچ اِتنا بڑھ گیا ہے کہ کوئی حساب نہیں اِسلام نے تو بتایا (کہ زیادہ سے

زیادہ) دَس فیصد، یہ سو فیصد اَور دو سو فیصد یعنی لالچ کی کوئی حد نہیں، یہ کیا ہے ؟ یہ خرابی ہے اَخلاقی جس میں پوری قوم مبتلا ہے اَور اِس کی اِصلاح کی طرف توجہ نہیں کی اَور اِس کی اِصلاح ہوگی تو حکام ہی سے ہوگی، پہلے وہ اِسلام پر عمل کریں تو سب چل پڑیں گے اُسی راستے پر۔ یہاں ایک (اَفسر) تھے مسعود کھدر پوش، اِنتقال ہو گیا اُن کا، جس شعبے میں وہ جاتے تھے اُن کے ماتحت سارے لوگ کھدر ہی پہننے لگ گئے کیونکہ وہ پہن رہا ہے کھدر تو جو وضع قطع جو اَطوار جو طریقے اُوپر والوں کے ہوں گے وہ نیچے تک آئیں گے۔

☆ صحابی پوچھتے ہیں اَیُّ الْاِیْمَانِ اَفْضَلُ اِسلام تو کہتے ہیں زبان سے کلمہ پڑھنے کو اَور اِیمان اُس کے بعد کا دَرجہ ہے کہ وہ دِل میں رَچنے لگا جب دِل میں رَچ جائے تو پھر اِیمان کا دَرجہ ہو جاتا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں اَیُّ الْاِیْمَانِ اَفْضَلُ یعنی اِیمان کے کاموں میں کون سا کام اَفضل ہے۔ (تو صحابی کے سوال میں) اَیُّ الْاِیْمَانِ ہے، اَیُّ اِیْمَانٍ نہیں ہے تو اَیُّ الْاِیْمَانِ کا ترجمہ ہوگا اِیمان کے اَعمال میں سے یا اَجزاء میں سے کون سا عمل اَچھا ہے ؟

قَالَ خُلُقٌ حَسَنٌ اِرشاد فرمایا اَچھا اَخلاق۔ ہمارے یہاں اَخلاق کا کوئی وزن نہیں ہے گالیاں دیتے رہتے ہیں بدتمیزی کرتے رہتے ہیں بچے آپس میں اَور بچے اَور بڑے اَور گلیوں میں اَور گھروں میں بھی۔ اِسلام نے یہ منع فرمایا ہے اَچھے اَخلاق کی بس تعلیم فرمائی۔

باپ کا بیٹے کے لیے تحفہ :

بلکہ یہ بھی ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ کسی باپ کا اَپنی اَولاد کے لیے اِس سے اَچھا کوئی تحفہ نہیں ہے کہ وہ اُسے اَچھا اَدب تعلیم دے اَچھا طریقہ تعلیم دے، یہ ایک تحفہ ہے۔

☆ صحابی نے دَریافت کیا کہ اَیُّ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ نمازوں میں کون سی نماز اَفضل ہے یا نماز کے اَجزاء میں کون سا جزء اَفضل ہے ؟

تو اِرشاد فرمایا طُوْلُ الْقُنُوْتِ یعنی نماز میں دیر تک کھڑے رہنا، دیر تک کھڑے رہنا کب ہوگا

جب قرآنِ پاک کی تلاوت زیادہ کی جائے گی تو جو لوگ حافظ ہیں اُن کو چاہیے کہ وہ لمبی نماز پڑھیں مگر کون سی ؟ گھر میں جو پڑھی جاتی ہے تنہائی میں اَپنی ذاتی جو (نفلی) ہوتی ہے وہ۔

اِمام کو مسنون مقدار سے زیادہ لمبی نماز پڑھانے کی اِجازت نہیں :

باہر جب سب لوگ ہوں تو بالکل اِجازت نہیں ہے لمبی نماز کی بلکہ رسول اللہ ﷺ تو خفا ہوگئے۔ ایک صحابی تھے اُنہوں نے یہ کیا کہ نماز شروع کی اَور سورۂ بقرہ شروع کردی عشاء کی نماز میں ایک اَور صحابی تھے وہ لائے تھے کرائے پر اُونٹنی، اُنہیں اُونٹنی سے پانی سینچنا تھا تو سورۂ بقرہ تو ڈھائی پارہ کی ہے اَب کیا پتہ اِمام کتنی پڑھتا ہے اِنتظار کیا ہوگا اُنہوں نے کہ اَب رُکتے ہیں یا اَب رُکتے ہیں بہرحال جب وہ نہ رُکے اَور اَندازہ ہوا کہ یہ تو پوری سورۃ ایک رکعت یا دو میں پڑھیں گے تو اُنہوں نے اَپنی نیت توڑ دی، اَلگ نماز پوری کر کے اَپنے کام چلے گئے۔ اَب یہ صحابی جو نماز پڑھا رہے تھے اِنہیں اَندازہ ہوگیا یا پتہ چل گیا تو اِنہوں نے کہا کہ یہ بہت برا کیا نماز فرض ہے اَور فرض نماز کی نیت توڑنی یہ کبیرہ گناہ ہے یہ کیوں کیا اُنہیں یہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ایک مسئلہ پیدا ہوگیا کہ کیا کرنا چاہیے تھا اَور کیا نہ کرنا چاہیے تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ صحابی جنہوں نے نیت توڑی تھی اُن کو یہ پتہ چلا کہ ایسے یہ سوال اُٹھا ہوا ہے اِعتراض اُٹھا ہوا ہے وہ خود حاضر ہوگئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اَور عرض کیا کہ اِس طرح سے ہم دِن میں کام میں بھی ہوتے ہیں اَور اِس طرح میں اُونٹنی لایا اَور اِن صحابی نے جو نماز پڑھاتے ہیں اُس دِن میں نے دیکھا کہ اِنہوں نے فَاسْتَفْتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ شروع کی ہے نماز سورۂ بقرہ سے وہ تو پھر لمبی نماز ہو جاتی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ کو یہ سن کر بہت غصہ آیا آپ بہت خفا ہوئے اَور فرمایا فَتَّانٌ ، فَتَّانٌ ، فَتَّانٌ یعنی فتنہ فتنہ پیدا کر دیا یا فرمایا فَاتِنٌ ، فَاتِنٌ یعنی فتنہ مطلب ایک ہی ہے فَتَّانٌ میں مبالغہ ہے اَور فرمایا کہ نہیں بس سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اَور یہ سورتیں پڑھا کرو اَور جب نماز پڑھاؤ تو پڑھانے والے کو چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھائے فَلْيُخَفِّفْ . کیونکہ اُن میں مریض بھی ہوتے ہیں کمزور بھی ہوتے ہیں ضرورتمند بھی ہوتے ہیں فَاِنَّ فِيْهِمُ الْمَرِيْضَ وَالضَّعِيْفَ وَذَاالْحَاجَةِ ۔ اُس کی

گاڑی چھوٹ جائے گی اُس کی بس ہی چلی جائے گی لمبی نماز پڑھاؤ گے تو۔ تو جماعت جب ہو رہی ہو تو یہ مسئلہ نہیں ہے کہ لمبی نماز پڑھائے اَلبتہ جیسے تہجد کے نوافل ہیں خصوصًا اُن میں جتنا کسی سے پڑھا جاسکتا ہے جتنا یاد ہو کسی کو پورا قرآن یاد کر لے تو اَور بھی اَچھی بات ہے۔

قرآن کا معجزہ :

اَور قرآنِ پاک کا معجزہ ہے میں ویسے ہی ذکر کر رہا ہوں اِس وقت وہ آدمی یہاں نہیں ہیں اُن کی کوئی اَسی نوے کے دَرمیان عمر ہے یہاں آئے ہوئے ہیں، ماشاءاللہ حفظ کر رہے ہیں، میں نے پوچھا معلوم ہوا نو پارے حفظ کر لیے ہیں تو یہ اللہ کا ایک معجزہ ہے قرآنِ پاک یاد ہو جاتا ہے حالانکہ وہ عمر تو ایسی ہے کہ یاد چیزیں بھول جاتی ہیں مگر قرآنِ پاک کا معجزہ یہ ہے کہ وہ یاد ہوتا جا رہا ہے۔ اَور قرآنِ پاک میں آیا ہے ﴿ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ﴾ جس کی عمر ہم زیادہ بڑھا دیتے ہیں تو پھر لوٹ کر ویسے جیسے پہلے تھا پھر ویسے ہی یعنی عقل بھی کمزور حافظہ بھی کمزور سمجھ پورا کام نہیں کرتی وغیرہ، دُوسری جگہ آیا ﴿ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ ﴾ عمر کا بدترین حصہ جو ہوتا ہے پھر لوٹ کر وہاں چلا جاتا ہے ﴿لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا﴾ جاننے کے بعد ایسے ہو جائے جیسے کچھ آتا ہی نہیں۔ اِس (حالت) سے پناہ بھی مانگی گئی ہے اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَرَمِ اِس طرح کے بڑھاپے سے اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ عمر کا جو بدترین حصہ ہے میں اُس طرف لوٹایا جاؤں................

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عمر لمبی ہو اَور یہ خرابی نہ آنے پائے تو جو پناہ چاہی گئی وہ لمبی عمر سے نہیں بلکہ لمبی عمر میں جو یہ کیفیت ہو جاتی ہے وہ نہ ہو۔ تو اِس آیت کی تفسیر میں جو سورۂ یٰسین کی ہے ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ﴾ علماء کہتے ہیں کہ دوبارہ پھر ویسے ہی کر دیتے ہیں بے عقل اَور بے سمجھ، اِس سے مستثنٰی ہیں دو طبقے ایک علماء کا جو باعمل ہو، ایک حُفَّاظ کا جو باعمل ہو۔ اَور ریٹائرمنٹ کے بعد حفظ کرنے والے تو بہت سارے ہیں ہمارے یہاں بھی کئی ہیں ہمارے علم میں بلکہ ساتھ ساتھ شروع کر دیتے ہیں ریٹائرمنٹ پر پورا کر لیتے ہیں۔

تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا نماز میں لمبا قیام یعنی نفلی نماز تو جسے قرآنِ پاک یاد ہے وہ جیسے تہجد میں پڑھتا ہے یا نوافل اَپنی پڑھتا ہے اَلگ اُس میں وہ حصہ اَفضل ہے۔ مکہ مکرمہ میں جب بہت ہجوم ہوتا ہے تو ہم نے دیکھا کہ وہ فجر کی نماز میں ﴿ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ ﴾ سے شروع کر کے اَور دو آیتیں پڑھ کر رکوع اَور پھر ﴿ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ﴾ سے ﴿ وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ﴾ پر دُوسری رکعت کیونکہ مجمع کئی لاکھ کا ہے چھ لاکھ دَس لاکھ اِس کے دَرمیان دَرمیان ہو جاتا ہے حج کے دِنوں میں فجر میں بہت باہر تک تو وہ اِتنی مختصر نماز پڑھاتے ہیں تو یہ بالکل صحیح ہے عالمانہ نماز ہے۔

اِمامِ اَعظم رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات میں ہے کہ وہ کہیں سفر میں تھے تو اِمام اَبو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ نماز پڑھادو اُنہوں نے نماز پڑھائی اَور بہت مختصر پڑھائی فجر کی نماز حالانکہ لمبی ہونی چاہیے مگر بہت مختصر تو اِمام صاحبؒ نے تعریف کی کہ فَقُہَ اَبُوْ یُوْسُفَ یہ فقیہ ہو گئے یعنی موقع محل کو پہچان لیا سفر ہے جانے کی جلدی ہے اِطمینان ہو تو پھر ٹھیک ہے سورۂ بقرہ کا فجر کے وقت پڑھنا اَبو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسے کیا اَور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو بہت لمبی لمبی سورتیں پڑھتے تھے سورۂ یوسف پڑھتے تھے سورۂ نحل پڑھتے تھے وہ تین پاؤ کی ہے سورۂ نحل۔ تو یہ فجر میں ہے مگر اِطمینان سے اَور جب جلدی کی ضرورت ہو تو جلدی۔ تو تمام چیزوں کی رعایت کرنا ہے یہ نہیں ہے کہ کسی بھی چیز کو نہ دیکھو اَور چلتے رہو ہر وقت ایک ہی رفتار رہے یہ نہیں ہوگا بدلتی رہے گی رفتار، وہ شریعت پر ہی عمل ہوگا تمام چیزوں میں۔

☆ صحابی نے پوچھا اَیُّ الْھِجْرَۃِ اَفْضَلُ ہجرت کونسی یا ہجرت میں کونسی چیز زیادہ اَفضل ہے ؟

تو اِرشاد فرمایا اَنْ تَھْجُرَ مَاکَرِہَ رَبُّکَ جو اَللہ کو ناپسند ہے وہ بات چھوڑ دو، یہ ہجرت ہے۔ ہجرت کے معنی چھوڑنے کے ہیں، اَب چھوڑنے میں کون سی چیز اَفضل ہے فرمایا مَاکَرِہَ رَبُّکَ.

☆ اُنہوں نے پوچھا اَیُّ الْجِھَادِ اَفْضَلُ جہاد کون سا اَفضل ہے ؟

تو اِرشاد فرمایا جہاد میں سب سے بہتر حصہ وہ ہے یا اُس آدمی کا ہے کہ جس کا گھوڑا بھی ذبح کر دیا جائے اَور وہ خود بھی شہید ہو جائے، وہ سب سے اَفضل ہے۔

☆ تو کہتے ہیں کہ میں نے دَریافت کیا اَیُّ السَّاعَاتِ اَفْضَلُ ساعتوں میں اَوقات میں کون سا وقت اَفضل ہے ؟

تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا جَوْفُ الَّیْلِ الْاٰخِرُ[1] رات کے آخری حصے کا وسط۔ اَب رات کو تین حصوں میں بانٹ لیا جائے جتنے گھنٹے ہوتے ہیں آخر کا تیسرا حصہ جو ہے اُس کا وسط جو ہے وہ سب سے عمدہ وقت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسے ہی کر رکھا تھا پہلا حصہ بھی جاگتے تھے دُوسرے حصہ میں آرام فرماتے تھے تیسرے حصے میں عبادت بھی اَور آرام بھی، کبھی عبادت کبھی آرام، کبھی عبادت زیادہ اَور کبھی ہلکی عبادت جیسے طبیعت کو نشاط ہوا یا جیسے طبیعت کا تقاضا ہوا اُس کے مطابق۔

یہ تعلیمات ہیں مختلف اَور اِس میں دونوں چیزیں آجاتی ہیں دُنیا بھی دین بھی حالات بھی اَور مسلمان کو کیسا ہونا چاہیے یہ بتلایا گیا ہے کہ ''اِسلام'' فقط یہ نہیں ہے کہ آپ اللہ کی توحید کا اِقرار کرلیں بلکہ اَور کام بھی کرنے چاہئیں، یہ چیزیں یہاں بتائی گئیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اَپنی مرضیات پر چلائے، آمین۔ اِختتامی دُعاء..................

۞ ۞ ۞

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اَور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اَور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔ (ادارہ)

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۴۶

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۶۷ ، قسط : ۲،آخری

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔(اِدارہ)

کیا اِنسان چاند پر پہنچ سکتا ہے ؟

سفرِ معراج کی رفتار۔حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آسمان پر جانا،آنا ''رُوحانی قوت'' وقت اَور مسافت سے آزاد ہے۔نیند کی حقیقت

قرآنِ حکیم میں اِرشاد ہے :

﴿ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوَاتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ. اِنَّ فِىْ ذَالِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (پ ۵ سُورہ جاثیہ رکوع ۱۸)

''اَور جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اَور جتنی چیزیں زمین میں ہیں اُن سب کو اَپنی طرف سے تمہارے کام میں لگا دیا۔ اِس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو دھیان کرتے ہیں۔''

﴿ وَسَخَّرَلَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ ﴾ (پ ۱۳ رکوع ۱۷)

''اَور کام میں لگا دیا تمہارے سورج اَور چاند کو برابر۔''

﴿ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَلَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوَاتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ﴾ (پ ۲۱ رکوع ۱۲)

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے مسخر کیے جو کچھ آسمانوں میں اَور جو کچھ زمین میں ہے۔اَور تم پر اَپنی نعمتیں کھلی اَور چھپی پوری کر دیں۔''

اَور سُورۂ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ میں اِرشاد ہے :

﴿ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ . لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ . فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [۱]

یعنی تم آسمان میں دَرجہ بدرجہ (چڑھو گے) سوار ہو گے۔ اُنہیں (منکرین کو) کیا ہوا ہے کہ وہ اِیمان نہیں لاتے۔"

اِس سے آگے آیتِ سجدہ ہے جو اِس بات کی علامت ہے کہ یہ ایک خاص چیز ہے اَور خدا کی قدرت کی خاص نشانی ہے کہ چھوٹے سے اِنسانی دماغ میں یہ صلاحیتیں ودِیعت فرمائیں جن سے وہ آسمان کی طرف اِتنی پرواز کر سکے۔ کرۂ اَرضی سے کرۂ قمری پر جانا ایک عظیم کام ہے اِنسان نے اِس کا منصوبہ زمین پر رہتے ہوئے بنایا ہے نیز اِس آیتِ مبارکہ سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اِنسان چاند کی طرف سفر کرے گا اَور اُس میں کامیاب ہو گا۔ واللہ اعلم

اَلبتہ سورۂ ملک کی آیتیں بظاہر مشکل الحل نظر آتی ہیں فرمایا گیا ہے :

﴿ اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَّا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ. وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ ﴾ [۲]

"جس نے بنائے سات آسمان تہہ پر تہہ، کیا تم رحمٰن کے بنانے میں کچھ فرق دیکھتے ہو (یعنی نہیں دیکھتے) پھر دوبارہ نظر دوڑاؤ کہیں تمہیں کوئی شگاف نظر آتا ہے۔ پھر لوٹا کر نظر ڈالو دو دو بار، لوٹ آئے گی تمہارے پاس تمہاری نگاہ رَد ہو کر تھک کر۔ اَور ہم نے سب سے وَرلے آسمان کو چراغوں سے رونق دی اَور ہم نے اُن کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ (بھی) بنایا ہے۔"

اِس میں ایک اِشکال تو یہ ہے کہ آسمان کا نظر آنا ثابت ہو رہا ہے حالانکہ جدید تحقیق کے مطابق وہاں تک نظر نہیں پہنچتی۔

---

[۱] پارہ ۳۰ رکوع ۹ [۲] پارہ ۲۹ رکوع ۱

اِس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اِس کے صحیح مخاطب رسول اللہ ﷺ ہیں اَور اُن کی نظر مبارک کا آسمان تک پہنچنا معجزہ سے بعید نہیں۔

دُوسرے یہ عرض ہے کہ اِن آیات کی تفسیر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے کچھ تو (یورپ کے) فلاسفۂ قدیم کے نظریے سے کی ہے اَور زیادہ حصہ ایسی طرح سے کی ہے کہ جس سے آج کے بھی تمام اِشکالات رفع ہوجاتے ہیں، وہ فرماتے ہیں :

﴿ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ﴾ اَپنی آنکھ عالمِ علوی کی طرف پھیرو کیونکہ پیدا ہوانے والی اَور صحیح اَور غلط ہونے والی چیزوں کا اَصل مبدأ وہی ہے اَور جب تک کسی چیز کی اَصل میں خلل نہیں آتا ہے اُس وقت تک اُس چیز میں بھی کسی طرح کا نقصان نہیں آتا۔

﴿ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ﴾ کیا تم عالمِ علوی میں کوئی شگاف یا دَراڑ جو اُس کی حکمت کا نقص ظاہر کرے دیکھتے ہو ؟ اَور اگر ایک دفعہ دیکھنے سے تشفی نہ ہو اَور خیال ہو کہ پہلی دفعہ دیکھنے کا اِعتبار نہیں ہوتا تو ﴿ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ ﴾ پھر اَپنی عقل کی آنکھ کو پھرا کر دیکھو اَور اِس عالم کے اَحوال کو مکرر دیکھو ﴿ کَرَّتَیْنِ ﴾. ﴿ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا ﴾ تمہاری طرف نظر کُھدیڑی ہوئی لوٹ آئے گی ﴿ وَهُوَ حَسِیْرٌ ﴾ وہ تھکی ہوئی اَور عاجز ہوگی۔

پھر ﴿ وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا ﴾ کی تفسیر میں اِرشاد فرماتے ہیں : جاننا چاہیے کہ کسی مکان کو چراغوں سے مزین کرنا اِس بات پر موقوف نہیں کہ سب چراغ اُسی مکان میں رکھے ہوں بلکہ اُوپر سے رسیوں اَور زنجیروں سے قندیلوں کو اِس طرح لٹکا دینا کہ اُس کی روشنی سے وہ سب مکان روشن ہوجائے اِسی کا نام ''زینت'' ہے۔

ہم حضرت شاہ صاحبؒ کے اِس جملہ کو فلسفہ قدیم کی نظر سے نہ دیکھیں جس کا اُس وقت تک رواج تھا تو آج یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ چاند سورج وغیرہ سب آسمان سے نیچے معلق ہیں اَور اِن سے آسمان کو زینت بخشی گئی ہے اَور عالمِ غیب کے اَور بھی کام لیے جاتے ہیں مثلاً عالمِ غیب کے علوم شیاطین نہ اَخذ کر سکیں اَور اُنہیں مار بھگایا جائے۔

"سَمَاء" کی تشریح :

ممکن ہے کہ کسی کو یہ اِشکال ہو کہ قرآنِ پاک کی آیت میں لفظ "سماء" آیا ہے تو اِس سے آسمان ہی مراد ہوگا آسمان کی سمت مراد نہیں ہوسکتی۔

تو اِس کا جواب یہ ہے کہ "سماء" عربی زبان میں آسمان کو بھی کہتے ہیں اَور آسمان کی جہت کو بھی۔ اِس لیے ہمارے سر کے اُوپر کی سمت جو کچھ ہے وہ سب سماء (آسمان) ہے اِسی لیے قرآنِ پاک میں کہیں تو اِرشاد ہے :

﴿ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴾ (پ ۱۹ رکوع ۳)

"یعنی ہم نے آسمان کی طرف سے پاکی حاصل کرنے کا پانی اُتارا۔"

﴿ وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ ﴾ (پ ۱۴ رکوع ۲)

"اَور ہم نے رَس بھری ہوائیں چلائیں۔"

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَیْ رَحْمَتِهٖ ﴾ (پ ۸ رکوع ۱۴)

"اَور وہی ہے جو خوشخبری لانے والی ہوائیں بارش سے پہلے چلاتا ہے۔"

گویا کہیں تو یہ بتلایا گیا ہے کہ آسمان سے پانی اُتارا اَور کہیں یہ بتلایا گیا ہے کہ ہم ہواؤں کے ذریعہ پانی بھیجتے ہیں۔

اَور آسمان سے آسمان کی سمت کی چیزیں مثلاً بارش مراد لینی عربی محاورہ ہے چنانچہ ایک شاعر نے کہا ہے کہ :

؎ اِذَا نَزَلَ السَّمَاءُ بِاَرْضِ قَوْمٍ رَعَيْنَاهُ وَاِنْ كَانُوْا غِضَابًا

جب آسمان (بارش) کسی قوم کی سرزمین پر برستی ہے تو ہم (اُس قوم کی چراگاہ میں بزور بھی اَپنے جانوروں کو) چرا لیتے ہیں چاہے اُس قوم والے ناراض اَور غصہ ہی کیوں نہ ہوں (کیونکہ ہم بہت بہادر اَور غالب ہیں کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا)۔

اِس شعر میں "آسمان کے اُترنے" کا لفظ اِستعمال کیا گیا ہے اَور مراد "بارش" ہے جو آسمان کی طرف سے آتی ہے۔

''فَلَكٌ'' کی تشریح :

یہاں یہ بات واضح کرنی بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ قرآنِ پاک میں ''فلک'' کا لفظ بہت جگہ اِستعمال ہوا ہے وہ ''سماء'' کے معنی میں نہیں ہے۔

قرآنِ حکیم میں ایک جگہ چاند و سورج کی چال کے متعلق اِرشاد ہے :

﴿ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴾ (پ ۱۷ رکوع ۳)

اِس کا ترجمہ حضرت اَقدس مولانا اَشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے یہ کیا ہے کہ ''ہر ایک، ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں'' اُنہوں نے فلک بمعنی ''دائرہ'' لیا ہے نہ کہ ''آسمان'' (اَور یہ جملہ سُورۂ یٰسٓ شریف میں بھی ہے)۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے جو کچھ فرمایا ہے اُس کی صحت کے لیے میں اَسلاف کے حوالے نقل کرتا ہوں۔ دیکھیے بخاری شریف میں ہے :

وقال الحسنؒ : فِيْ فَلَكٍ مِثْلِ فَلْكَةِ الْمِغْزَلِ يَسْبَحُوْنَ يَدُوْرُوْنَ [1] یعنی کاتنے کے تکلے کی طرح یا اَپنے مدار پر اَور يَسْبَحُوْنَ کا مطلب ہے کہ گھومتے ہیں۔

حاشیہ میں ہے کہ حسن سے مراد حسنِ بصریؒ ہیں وہ سترہویں پارہ کی آیت کی تفسیر میں یہ فرماتے ہیں۔ اَور اِبن عیینہ نے اِسے بسندِ موصول نقل کیا ہے اُنہوں نے کہا ہے کہ '' فَلَكٌ'' مدارِ نجوم کو کہتے ہیں اَور فلک عربی زبان میں ہر گول چیز کو کہتے ہیں اَور اِسی سے لے کر کاتنے کے تکلے کو کہنے لگے۔

چاند کی چال کے بارے میں سُورۂ یٰسٓ میں اِرشاد ہے :

﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴾ [2]

''اَور آفتاب اَپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے یہ اَندازہ باندھا ہوا ہے اُس کا جو زبردست علم والا ہے۔''

اَور سورۂ ''رحمٰن'' میں اِرشاد ہے :

---

[1] بخاری شریف کتاب التفسیر رقم الحدیث ۴۷۳۹ [2] پارہ ۲۳ رکوع ۲

﴿ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴾ (پارہ ۲۷ رکوع ۱)
''سورج اَور چاند کے لیے ایک حساب ہے۔''
اِس کی تفسیر میں بخاری شریف میں ہے کہ چاند وسورج کی گردش ایسی ہے جیسے چکی کی۔
﴿ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴾ قال مجاهد کَحُسْبَانِ الرَّحی
وَقَالَ غَیْرُہٗ بِحِسَابٍ وَ مَنَازِلَ لَا یَعْدُوَانِھَا. (بخاری ص ۴۵۴)
''مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چکی کی طرح اَور مجاہد کے علاوہ دُوسرے اہلِ تفسیر محدثین نے کہا ہے کہ حساب سے منزل دَر منزل چلنا مراد ہے جس سے یہ دونوں تجاوز نہیں کر سکتے۔''

اَور سُورۂ یٰسٓ کے جملہ ﴿ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ ﴾ (سورج سے یہ نہیں ہوتا کہ چاند کو پکڑ لے) کی تفسیر میں ہے : لَا یَسْتُرُ ضَوْءُ اَحَدِھِمَا ضَوْءَ الْاٰخَرِ. اِ ''ایک کی روشنی دُوسرے کی روشنی کو نہیں روکتی۔'' (بخاری ص ۴۵۴)

یعنی یہ مطلب نہیں کہ سورج اَور چاند دونوں ایک آسمان میں ہیں یا جدا جدا آسمانوں میں ہیں بلکہ اِس سے قطع نظر مراد یہ ہے کہ وہ ایک دُوسرے کی روشنی کے لیے جو اِن سے حاصل ہو رہی ہے حجاب نہیں بن سکتے۔ تفسیر اَور ترجمہ کا فرق تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ تفسیر میں معنی مرادی بیان کیے جاتے ہیں کہ متکلم کی یہ مراد ہے اَور ترجمہ لغت کی کتاب دیکھ کر بھی کیا جا سکتا ہے اَور یہ باتیں جو ہم نے یہاں لکھی ہیں تفسیر ہیں۔

اِنسان کی چاند تک رسائی :

اِنسان کی چاند پر رسائی اَور اُس کے عقلی و شرعی اِمکان کے بارے میں حضرت اَقدس مولانا اَشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک وعظ میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا :

....

....

(۱) اَوّل تو مجھے اِسی میں کلام ہے کہ یہ لوگ کرۂ قمر میں پہنچیں گے بھی یا نہیں ؟ گو میں محال بھی نہیں کہتا کیونکہ تدابیر میں حق تعالیٰ نے خاص اَثر رکھا ہے ممکن ہے کہ تدبیر کرتے کرتے کسی دِن یہ لوگ کامیاب ہوجائیں اَور ہم تو جس دِن یہ لوگ کرۂ قمر میں پہنچ جائیں گے خوش ہوکر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں گے کیونکہ اُس دِن ہم ملحدین کا یعنی اِن ہی سائنس والوں کا منہ بند کردیں گے جو واقعۂ معراج پر اِعتراض کرتے ہیں اَور اُس کو محال بتلاتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم کو اُس نے محال وخلافِ عادت میں فرق بتلا دیا ہے اِسی لیے ہم چاند پر جانے کی تدبیر کو تدبیرِ محال نہیں سمجھتے یہ جہل اُن ہی لوگوں کو مبارک ہو کہ وہ محال وخلافِ عادت کو ایک سمجھتے ہیں دونوں میں فرق نہیں کرتے۔

چنانچہ معراج کے محال ہونے کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ اُوپر ایک طبقہ ایسا ہے جہاں ہوا نہیں ہے اُس میں کوئی متنفس زِندہ نہیں رہ سکتا مگر اِس سے اِستحالہ لازم نہیں آیا صرف اِستبعاد لازم آیا کیونکہ اِنسان کے لیے تنفس عقلاً لازم نہیں صرف عادۃً لازم ہے عقلاً یہ ممکن ہے کہ اِنسان بدونِ تنفس کے زِندہ رہے اَور زیادہ نہیں تو کچھ عرصہ تک تو بدونِ تنفس کے زِندہ رہنا مشاہدہ ہے، جن لوگوں کو ''حبسِ دَم'' کی مشق ہے وہ کئی روز تک اَور بعضے کئی مہینوں تک حبسِ دَم کیے رہتے ہیں اَور زِندہ رہتے ہیں پس اِنسان کا اُس طبقہ میں جہاں ہوا نہیں ہے زِندہ رہنا عقلاً ممکن ہے گو عادۃً مستبعد ہے اَور معجزہ خارقِ عادت ہوتا ہی ہے اَگر معجزہ خارقِ عادت نہ ہو تو معجزہ ہی کیا ہوا۔

غرض یہ لوگ اَگر قمر میں پہنچ جائیں تو ہم تو خوش ہوں گے مگر ہاں اِس اِحتمال سے کہ شاید وہاں جاکر ہلاک وبرباد ہوں ہمدردیٔ اِنسان کی وجہ سے جی کڑھتا ہے اَور دِل یہ چاہتا ہے کہ اُن کو راستہ ہی نہ مِلے تو اَچھا ہے کیونکہ چاند کی خاصیت اَبھی تک

محقق نہیں ہوئی کہ اُس میں کشش کا مادّہ بھی ہے یا نہیں جو زمین میں ہے کیونکہ حکماء کا اِس پر اِتفاق ہے کہ زمین پر اِنسان وغیرہ کا اِستقرار اِس وجہ سے ہے کہ اُس میں کشش کا مادّہ ہے اگر یہ مادّہ نہ ہوتا تو آدمی کا زمین پر رہنا اور دُوسرے کرّات میں نہ چلا جانا ترجیح بلا مرجح ہے۔

آسانی کے لیے یوں سمجھئے کہ زمین کی اَور اُس پر بسنے والی مخلوق کی یہ صورت ہے کہ سب کے قدم تو زمین پر جمے ہوئے ہیں مگر سر کسی کا اُوپر کو ہے اَور کسی کا دُوسرے کے اِعتبار سے نیچے کو ہے۔ اِس صورت میں یقینًا اَگر زمین میں کشش کا مادّہ نہ ہوتا تو اِنسان و حیوانات کا اِس پر مستقر ہونا سخت دُشوار ہوتا۔ چاند اَور قمر میں مادّہ کشش کا ہونا اَب تک سائنس والوں کو بھی محقق نہیں ہوا بس یہ لوگ دُور سے ہی حساب لگا رہے ہیں۔[۱]

فوائدِ ضروریہ :

اَب چند ایسی باتیں جن کا اِشکال پیدا ہوتا ہے اَور اُن اِشکالات کا رفع ہونا ضروری ہے عرض کرتا ہوں :

شاید آپ کو یہ شبہ ہوگا کہ جب آسمان ایسی چیز ہے کہ وہ گلیکسیوں[۲] کو محیط ہے تو پھر معراج میں یہ فاصلہ کیسے طے ہوا اَور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو کیسے اُٹھایا گیا ؟

تو اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ فاصلہ رُوحانی غلبہ سے طے ہوا تھا۔ اَور ''رُوح'' کی رفتار ''خیال'' کی رفتار سے بہت تیز ہے اَور خیال کی رفتار ''روشنی'' کی رفتار سے اِتنی زیادہ تیز ہے کہ اُس کے لیے قریب و بعید تقریبًا یکساں ہیں مثلاً آپ اَگر گھر بیٹھے ہوں تو دُکان تک ''خیال'' جانے میں کوئی دیر نہیں

---

[۱] یہ وعظ خانقاہِ اِمدادیہ تھانہ بھون میں ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ کو بروز دوشنبہ ہوا۔ یہ التبلیغ کا چھیاسٹھواں وعظ ہے۔ اِس وعظ کا نام ''الحدود و القیود'' ہے، مولانا ظفر اَحمد صاحب نے ضبط کیا اَور اَشرف المطابع تھانہ بھون سے مولانا شبیر علی صاحب نے نشر کیا۔ [۲] کہکشائیں

لگتی اَور اِتنی ہی دیر میں وہ چاند پر پہنچ جاتا ہے اَور اِتنی دیر میں سورج تک۔ تو معلوم ہوا کہ ''خیال'' کے لیے ''فاصلہ'' کوئی چیز ہی نہیں حالانکہ ''خیال'' رُوح نہیں ہے بلکہ ایک ایسی طاقت ہے جو ''نیم مادّی اَور نیم رُوحانی'' ہے یہ طاقت رُوح کے جسم سے ملنے سے پیدا ہوتی ہے یہ بھی ایک طرح کی نورانی چیز ہے مگر مادّی نور سے بہت اَعلیٰ ہے (دَراَصل جسم میں جب رُوح ڈالی جاتی ہے تو اُس سے ایک گرمی پیدا ہوتی ہے اُسی کا نام حیات ہے یہ گرمی بیٹری کا سا کام دیتی ہے اِس میں بیٹری ہی کی طرح کی قوت ہے اَور شاید اِسی لیے اِنسان بیٹری کا کرنٹ نہیں محسوس کرتا)۔

اِس ''خیال'' کی قوت سے کشف بھی ہوجاتا ہے معلومات بھی ہوتی ہیں اَور بہت سے تصرفات مُرتاض[۱] جوگی بھی کر لیتے ہیں۔ اِس کی مدد سے دُوسرے لوگوں کے دِلوں میں اَپنی بات ڈالی جاسکتی ہے اَور کچھ جانی بھی جاسکتی ہے اِسی طرح ''اِشراقی'' لوگ جو فلسفی تھے (اَفلاطون وغیرہ) دُور سے ہی اَپنے اُستادوں سے پڑھتے اَور سیکھتے تھے۔ اَور اِسی قوت سے تار مِلا کر شیطان اِنسان کے دِل میں وسوسہ ڈالتا ہے یہ سارے کام جو ریڈیائی جیسی لہروں کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جس طرح آج ریڈیائی لہروں سے (جو ''غیر مرئی'' اَور ''غیر محسوس'' روشنی کی لہریں ہیں) وائرلیس کرتے ہیں، ایکس ریز سے فوٹو لے لیتے ہیں، ٹیلی ویژن کا عمل اِن ہی سے ہوتا ہے، راکٹ وغیرہ کو کنٹرول کرتے رہے ہیں اَور اِن لہروں کو چاند وغیرہ پر پھینک کر فاصلے ناپتے ہیں اِسی طرح اِس باطنی بیٹری سے بہت سے کام اَنجام پاتے ہیں اَور وہ اِن مادّی لہروں سے زیادہ لطیف اَور قوی ہوتی ہیں۔

''رُوحانی قوت'' خیالی قوت سے بڑھ کر ہے :

اِس سے بڑا دَرجہ رُوحانی قوت کا ہے جس کے مقابلہ میں تمام قوتیں ہیچ ہیں کیونکہ رُوح خود ''عالَمِ خَلق'' سے نہیں بلکہ ''عالَمِ اَمر'' کی چیز ہے۔ ﴿ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ﴾[۲] ''کہہ دو کہ رُوح میرے رب کے حکم سے ہے (یا عالَمِ اَمر سے ہے)۔''

---

[۱] ریاضت کرنے والا [۲] پارہ ۱۵ رکوع ۱۰

اِس لیے جس وقت رُوح کا جسم پر غلبہ ہوجاتا ہے تو اُس کے لیے قریب و بعید یکساں ہوجاتے ہیں وہ اِنسان تھوڑے وقت میں زیادہ کام کرسکتا ہے گویا اُس کے لیے زمانہ پر بھی تصرف ممکن ہوجاتا ہے (کیونکہ رُوح عالمِ اَمر کی چیز ہے اَور عالمِ اَمر خود زمان و مکان سے بالا ہے)۔

سفرِ معراج، وقت و مسافت :

بس معراج میں یہی ہوا کہ جسمِ اَطہر پر بہ اِرادۂ باری تعالیٰ رُوحِ مقدسہ کا تصرف رہا اَور جب ایسی صورت ہوتی ہے تو جسم کو کوئی چیز نہ نقصان پہنچا سکتی ہے نہ اُس کے کام میں رُکاوٹ ڈال سکتی ہے وہ جسم کی محافظ بن جاتی ہے جیسے کوئی ہوائی جہاز میں اَندر بیٹھا ہو تو ہوائی جہاز کا جسم باہر کی پوری فضا کے لیے روک کا کام دیتا ہے اَور باہر کے حصہ میں اَندر کے حصہ سے کوئی نسبت نہیں ہوتی، باہر اَگر کوئی چیز ڈالی جائے گی تو وہ کہیں کی کہیں جائے گی جیسے ریل کی کھڑکی کے باہر پانی ڈالتے ہیں تو کہیں کا کہیں جاتا ہے مگر اَندر اَگر ہاتھ سے گلاس چھوٹے گا تو نیچے ہی کو گرے گا اگر اَندر کا حصہ بھی ہوائی جہاز کے باہر کا حکم رکھتا تو گلاس ہاتھ سے چھوٹتے ہی جسم پر گولی کی طرح لگتا اَور پار ہوجاتا مگر اَندر کا وہ حکم نہیں جو باہر کا ہوتا ہے۔ اِسی طرح جسمِ اِنسانی پر اَگر کسی وقت رُوح کا غلبہ ہوجاتا ہے تو وہ سارے کام جسم سے بھی ممکن ہوتے ہیں جو رُوح کرسکتی ہو اَور جسم رُوح کا مظروف بن جاتا ہے اَور رُوح محیط ہوجاتی ہے اُس کا ظرف بن جاتی ہے اِس لیے معراج میں رسولِ اَکرم ﷺ کے لیے کوئی فاصلہ فاصلہ نہیں رہا اَور جسمِ مبارک (خیال کی رفتار سے بھی کہیں زیادہ رفتار سے) رُوح کی قوت سے سفر طے کر آیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زِندہ اُٹھایا جانا :

اِس طرح سمجھ لیجیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی رُوحانی قوت سے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے۔ ﴿مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾[1] ''اَور یقیناً اُن کو قتل نہیں کیا بلکہ اُن کو اللہ نے اَپنی طرف اُٹھالیا۔''

---

[1] پارہ ٦ رکوع ٢

(اِس آیتِ مبارکہ میں لفظ "بَلْ" اِستعمال ہوا ہے جیسے آپ کسی سے پوچھیں کہ کیا آپ کھانا کھا رہے تھے تو وہ جواب میں کہتا ہے نہیں بلکہ کتاب دیکھ رہا تھا تو جواب دینے والے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس وقت آپ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں کھانا کھا رہا ہوں تو اُس وقت میں کھانا نہیں کھا رہا تھا بلکہ اُس وقت تو کتاب دیکھ رہا تھا، اِسی طرح اِس جملہ کا مطلب بھی ہے کہ جس وقت وہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ اُنہیں قتل کر دیا گیا ہے تو اُس وقت حقیقت یہ نہ تھی بلکہ اُنہیں تو اُٹھالیا گیا تھا)۔

اَور حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب آپ دُنیا میں اُتارے جائیں گے تو اُن کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوں گے جیسے کہ وہ اَبھی حمام سے غسل کر کے نکلے ہوں۔

اَور واقعہ اِس طرح ہوا تھا کہ وہ غسل سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ آسمان پر اُٹھالیے گئے اَب واپسی تک وہی صورت قائم رہے گی کیونکہ وہ ایسے عالم میں رہتے ہیں کہ جہاں کششِ ثقل نہیں ہے اِس لیے اُن کے سر مبارک کے قطرے کسی طرف بھی حرکت نہ کریں گے نہ وہاں ایسی فضاء ہے کہ جس سے چیزیں متغیر ہوتی ہیں اِس لیے وہ خشک بھی نہ ہوں گے وہاں کا زمانہ بھی دُنیا کے زمانہ سے مختلف ہے بہت وقت گزر جائے تو بھی محسوس نہیں ہوتا، اُس کا پیمانہ ہی دُوسرا ہے اَلبتہ اَندازہ کے لیے بتلایا گیا۔

﴿اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾. (پ ۱۷ رکوع ۱۳)

"اَور تمہارے رب کے یہاں ایک دِن ہزار برس کے برابر ہوتا ہے جو تم شمار کرتے ہو۔"

آئنسٹائن دُنیا اَور مریخ میں بھی اِس تفاوتِ زمانہ کا قائل تھا اَور وہ حساب سے ثابت کرتا تھا۔

"نیند" کیا ہے :

ہوسکتا ہے کہ آسمان پر جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں نیند بھی نہ ہو کیونکہ نیند کا اَصل باعث وہ تھکن ہے جو کششِ ثقل کی وجہ سے اِنسان محسوس کرتا ہے۔ اِسے یوں سمجھئے کہ اِنسان جسم ورُوح سے مرکب ہے، جسمِ خاکی چاہتا ہے کہ زمین کی طرف اِتنا زیادہ جھکے کہ مِل ہی جائے۔ اَور رُوح کے تقاضے اِس سے جدا ہیں۔ اِس لیے جب ہم کھڑے ہوتے ہیں تو جلد تھک جاتے ہیں پھر بیٹھ کر آرام محسوس

کرتے ہیں مگر پھر بھی آخر تھک جاتے ہیں تو آرام کے لیے لیٹنا پڑتا ہے مگر لیٹنے پر بھی پورا آرام نہیں ملتا اِس لیے حق تعالیٰ نیند طاری فرما دیتے ہیں جس سے یہ ہوتا ہے کہ جسم پوری طرح ڈھیلا ہو کر سارا بوجھ (جس کی حقیقت کششِ ثقل ہے) چھوڑ دیتا ہے اَور رُوح کو بھی جسم کی قید سے آزادی حاصل ہوجاتی ہے۔

﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ﴾ [1]

''اللہ جانیں کھینچ لیتا ہے جب اُن کے مرنے کا وقت ہوتا ہے اَور جو نہیں مریں اُن کو کھینچ لیتا ہے اُن کی نیند میں۔''

جب رُوح وجسم کو اَپنا طبعی قرار نصیب ہو جاتا ہے تو نیند پوری ہو جاتی ہے اَور بتقاضائے حیات دوبارہ جسم و رُوح کا اِتصال ہو جاتا ہے۔

﴿ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ [2]

''پھر جن کی موت مقرر کر چکا ہے اُن کو روک لیتا ہے اَور دُوسروں کو ایک مقررہ وعدہ تک بھیج دیتا ہے۔''

اِس حدیث شریف میں بیدار ہونے پر پڑھنے کی یہ دُعا بتلائی گئی ہے :

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴾ [3]

''اُس خدا ہی کی تعریف بجا ہے جس نے ہمیں موت کے بعد زِندگی بخشی اَور اُسی کی طرف دوبارہ حشر نشر ہوگا۔''

کہ نیند کے بعد بیداری حقیقتًا ایسی ہے جیسے دوبارہ زندگی کیونکہ دوبارہ اِعادۂ رُوح ہوتا ہے۔

بہرحال یہ تو حدیث شریف سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے سرمبارک کا پانی ویسا کا ویسا ہی ہے۔

اَور یہ ہمارا اَندازہ ہے کہ وہ ایسی جگہ ہیں جہاں کششِ ثقل نہیں ہے۔ یہ بھی اَندازہ ہے کہ وہاں کا زمانہ یہاں سے مختلف ہے اَور ہوسکتا ہے کہ اُنہیں گزرتا ہوا محسوس ہی نہ ہوتا ہو کہ کتنا گزرا۔

---

[1] پارہ ۲۴ رکوع ۲ [2] پارہ ۲۴ رکوع ۲ [3] بخاری شریف رقم الحدیث ۶۳۱۲

آج کی سائنسی ترقی سے حدیثِ پاک کی صداقت اَور بھی واضح ہو رہی ہے اَور شاید یہی حال قیامت کی زمین کا بھی ہوگا کیونکہ اُس دِن منہ کے بل چلنا اَور دُنیا میں جو بہت وزنی چیزیں ہیں مجرمین کا اُن کو اُٹھانا، پسینہ کا کانوں تک آکر لگا رہنا، وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جن سے کششِ ثقل نہ ہونی معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

غرض آج کی تحقیقات سے اَحادیث و آیات کے مطالب سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے اَور اِن علوم کا حاصل کرنا کوئی منع نہیں ہے بلکہ اگر جہاد اَور ترقی اِسلام کے لیے حاصل کیے جا رہے ہوں گے تو اَجرِ کثیر حاصل ہوگا۔ اَور اگر جائز مقاصد کے لیے حاصل کیے جا رہے ہوں گے تو یہ جائز ہوں گے اَلبتہ اِتنا شغف کہ خالقِ حقیقی سے غفلت ہو جائے منع ہے اَور یہ دُنیا داری ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے : ﴿ یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ [1]

''وہ جانتے ہیں اُوپر اُوپر دُنیاوی زِندگی کو اَور یہ وہی لوگ ہیں جو آخرت کی خبر نہیں رکھتے۔''

اَکبر مرحوم نے فرمایا ہے :

تم شوق سے کالج میں پلو ، پارک میں پھولو
جائز ہے ہواؤں میں اُڑو ، چرخ پہ جھولو
پر ایک سخن بندۂ عاجز کا رکھو یاد
اللہ کو اور اَپنی حقیقت کو نہ بھولو

وما علینا الا البلاغ

---

[1] پارہ ۲۱ رکوع ۴ شروع سُورۂ رُوم

قسط : ۲۷

پردہ کے اَحکام

﴿ اَز افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانوی ؒ ﴾

بدنگاہی و بدفعلی کا بیان

اَمرد یعنی بے ریش خوبصورت لڑکے سے اِحتیاط :

اَمرد یعنی بے دَاڑھی والا لڑکا (خوبصورت جس کی طرف میلانِ قلب و کشش ہو) بعض اَحکام میں اَجنبی عورت کی طرح ہے یعنی شہوت کے اَندیشہ کے وقت اُس کی طرف دیکھنا، اُس سے معانقہ یا مصافحہ کرنا، اُس کے پاس تنہائی میں بیٹھنا، اُس کا گانا سننا یا اُس کے موجود ہوتے ہوئے گانا سننا یا اُس سے بدن دَبوانا اِس سے بہت پیار و اِخلاص کی باتیں کرنا یہ سب حرام ہے۔(اِصلاح الرسوم ص۱۰۳)

اَمردوں سے قرآن یا نعت سننا :

اِسی طرح اَجنبی عورت یا اَمرد مشتہی سے گانا سننا یہ بھی ایک قسم کی بدکاری ہے حتی کہ اَگر کسی لڑکے کی آواز سننے میں نفس کی شرکت ہو تو اُس سے قرآن سننا بھی جائز نہیں۔

اَکثر لوگ لڑکوں کو نعت وغزلیں یاد کرادیتے ہیں یہ بھی جائز نہیں ہے۔فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ اَگر بے ریش لڑکا مرغوبِ طبع ہو تو اُس کی اِمامت بھی مکروہ ہے تو جب اِمام بنا کر کھڑا کرنا جائز نہیں حالانکہ اللہ کا قرآن ہی پڑھے گا مگر فقہاء نے بلاضرورت اِس کی بھی اِجازت نہیں دی۔

اَکثر واعظین عورتوں کے مجمع میں خوش الحانی سے اَشعار پڑھتے ہیں یہ بالکل ہی مصلحتِ دین کے خلاف ہے۔حضور ﷺ نے ایک مرتبہ سفر میں ایک غلام کو عورتوں کے سامنے اَشعار پڑھنے سے روک دیا اَور فرمایا تھا کہ رُوَیْدَکَ یَا اَنْجَشَۃُ لَا تُکْسِرِ الْقَوَارِیْرَ تو جب اُس زمانے میں کہ سب پر

تقویٰ غالب تھا حضور علیہ السلام نے اِس کی اِجازت نہیں دی تو آج کس کو اِجازت ہو سکتی ہے بالخصوص جبکہ خود عورتیں یا لڑکے ہی پڑھنے والے ہوں ۔ (دعواتِ عبدیت)

عورتوں کی طرح اَمردوں کو پردہ کا حکم کیوں نہیں :

ایک سوال کیا گیا کہ عورتوں کے پردہ میں رہنے کی علت تو یہی ہے کہ اُن کے خروج (باہر نکلنے) سے فتنہ کا اَندیشہ ہے اَور یہ علت جیسی عورتوں میں جیسی پائی جاتی ہے اَمارِد (بے داڑھی کے خوبصورت لڑکوں میں جن کی طرف کشش ہوتی ہے اُن) میں پائی جاتی ہیں تو اِشتراکِ علت سے حکم بھی مشترک ہونا چاہیے اَور اَمردوں کے لیے بھی خروج (باہر نکلنا) جائز نہیں ہونا چاہیے۔

جواب میں فرمایا کہ شریعت کا قاعدہ کلیہ ہے کہ جس اَمر میں مفاسد شامل ہو جائیں اگر وہ غیر ضروری ہوتا ہے تو اُس اَمر ہی کو روک دیا جاتا ہے اَگر وہ ضروری ہوتا ہے تو اُس کی ممانعت نہیں کی جاتی بلکہ مفاسد کی اِصلاح کی کوشش کی جاتی ہے۔ تو عورتوں کا باہر نکلنا چونکہ غیر ضروری تھا اِس لیے مفاسد کی وجہ سے اُسی کو روک دیا گیا اَور اَمرد (بے ریش لڑکے) چونکہ چند روز میں رجال (مرد) ہونے والے ہیں اَور اُن کے لیے ایسے کمالات جن کا مردوں کو حاصل ہونا ضروری ہے اُن کا حاصل کرنا ضروری ہے اَور وہ عادۃً بغیر خروج (باہر نکلے بغیر) ممکن نہیں اِس لیے اُن کے خروج کو نہیں روکا گیا بلکہ مفاسد کا اِنسداد (بندش) ڈرانے اَور وعید کے ذریعے سے کیا گیا۔ (مجادلات معدلت، دعواتِ عبدیت ج ۵ ص ۱۵۴)

بدنگاہی کا مرض :

آنکھوں کے بہت سے گناہ ہیں لیکن یہاں ایک خاص گناہ کا ذکر ہے وہ کیا ہے؟ ''بدنگاہی'' لیکن اِس گناہ کو لوگ گناہ سمجھتے ہی نہیں۔

بعض لوگ نظر میں مبتلا ہوتے ہیں یعنی غیر محرموں کی طرف بے باکانہ دیکھتے ہیں اَور اِس کی ذرا پروا نہیں کرتے بلکہ یہ اَیسا مرض ہے کہ اِس سے بہت کم لوگ پاک ہیں کیونکہ اَکثر اُن گناہوں سے

لوگ بچتے ہیں جن کے اِرتکاب میں فوتِ جاہ یا رُسوائی کا خیال ہو اَور اِس گناہ میں جاہ و (عزت) فوت نہیں ہوتی اِس لیے کہ اَوّل تو دُوسرے کو نظر کی خبر ہی کیونکر ہو سکتی ہے، دُوسرے اَگر نظر کی اِطلاع بھی ہو جائے تو نیت کی کیا خبر۔ بعض لوگ اِس سے بھی بچتے ہیں لیکن اُن کے قلب میں یہ مرض شہوت کا ہوتا ہے اَور لطف یہ کہ باوجود اِس قلبی مرض کے یہ شخص اَپنے کو متقی سمجھتا ہے حالانکہ خیالات اِس کے نہایت گندے ہوتے ہیں اَور اَکثر وہ حدیثِ نفس (نفس سے باتیں کر کے مزہ لینے) میں مبتلا ہوتا ہے بعض اَوقات عزم بھی ہو جاتا ہے، اَگر اِس کو موقع مل جائے تو یہ ہرگز نہ بچے۔ جب اِس کی عادت ہو جاتی ہے تو اِس کا چھوٹنا نہایت دُشوار ہو جاتا ہے۔ (دعواتِ عبدیت)

بدنگاہی سے بہت کم لوگ بچے ہیں :

ہم کو اَپنی حالت دیکھنی چاہیے کہ ہمارے اَندر اِس معصیت سے بچنے کا کتنا اِہتمام ہے۔ میں دیکھتا ہوں شاید ہزار میں ایک اِس سے بچا ہوا ہو ورنہ اِبتلائے عام ہے اَور اِس کو نہایت دَرجہ خفیف سمجھتے ہیں، جو جوان ہیں اُن کو تو اِس کا اِحساس ہوتا ہے اَور جن کی قوتِ شہویہ ضعیف ہوگئی ہے اُن کو اِحساس بھی نہیں ہوتا، وہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو تو شہوت ہی نہیں اِس لیے کچھ حرج نہیں ہے۔ سو اُن کو مرض کا پتہ بھی نہیں لگتا۔ (مظاہر الاقوال ص ۳۴)

یہ مرض تاک جھانک کا اَکثر پرہیزگاروں میں بھی ہے اُن کو دھوکا اِس سے ہو جاتا ہے کہ وہ بعض اَوقات اَپنی طبائع میں اَکثر شہوت کی خلش نہیں پاتے، اِس سے سمجھتے ہیں کہ ہماری نظر شہوانی نہیں لیکن بہت جلد ظاہر ہو جاتی ہے اِس لیے اِبتداء ہی سے اِحتیاط واجب ہے۔ (دعواتِ عبدیت)

ایک کوتاہی طلبہ میں یہ ہے کہ اَمارد (حسین لڑکوں) کی طرف نظر کرنے اَور اُن کے ساتھ اِختلاط کرنے سے نہیں بچتے حالانکہ یہ تقوی کے لیے سمِ قاتل ہے آخرت کا مواخذہ تو شدید ہے ہی، اِس سے دُنیا میں اہلِ علم کی سخت بدنامی ہوتی ہے۔ علم دین پڑھنے والوں کو اِس باب میں سخت اِحتیاط کرنا چاہیے۔ (التبلیغ ۱۳۶/۲۷)

بدنگاہی کا مرض بہت چھپا ہوا ہوتا ہے :

اَفسوس ہے کہ لوگ تو اِس (بدنگاہی) کو اَیسا خفیف سمجھتے ہیں کہ گویا حلال ہی ہے حالانکہ معصیت کا حلال سمجھنا قریب بہ کفر ہے۔ کسی عورت کو دیکھ لیا کسی لڑکے کو گھور لیا اِس کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے کسی اچھے مکان کو دیکھ لیا یا کسی پھول کو دیکھا لیا۔ اَور یہ گناہ وہ ہے کہ اِس سے بوڑھے بھی بچے ہوئے نہیں ہیں، بدکاری سے تو محفوظ ہیں کیونکہ اِس کے لیے بڑے اہتمام کرنے پڑتے ہیں تو اَوّل تو جس سے ایسا فعل کرے وہ بھی راضی ہو اَور روپیہ بھی پاس ہو اَور حیا و شرم بھی مانع نہ ہو۔ غرض اِس کے لیے بہت شرائط ہیں۔ اِسی طرح بہت سے موانع بھی ہیں چنانچہ کہیں یہ اَمر مانع ہوتا ہے کہ اَگر کسی کو اِطلاع ہوگئی تو کیا ہوگا، کسی کو خیال ہوتا ہے کہ کوئی بیماری نہ لگ جائے، کسی کے پاس روپیہ نہیں ہوتا، کسی کو اُس کی وضع مانع ہے چونکہ موانع زیادہ ہیں اِس لیے شائستہ آدمی خصوصًا جو دیندار سمجھے جاتے ہیں اِس میں بہت کم مبتلا ہوتے ہیں بخلاف آنکھوں کے گناہ کے کہ اِس میں سامان کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ نہ اِس میں ضرورت روپیہ کی اَور نہ اِس میں بدنامی کیونکہ اِس کی خبر تو اللہ ہی کو ہے کہ کیسی نیت ہے۔

کسی کو گھور لیا اَور مولوی صاحب مولوی صاحب رہتے ہیں، نہ اِس فعل سے اُن کی مولیت میں فرق آتا ہے اَور نہ قاری صاحب کے قاری ہونے میں کوئی دھبہ لگتا ہے اَور (دُوسرے) گناہوں کی خبر تو اَوروں کو بھی ہوجاتی ہے مگر اِس کی اِطلاع کسی کو نہیں ہوتی۔ معصیت کرتے ہیں اَور نیک نام رہتے ہیں لڑکوں کو گھورتے ہیں اَور لوگ سمجھتے ہیں کہ اِن کو بچوں سے بڑی محبت ہے، جب آنکھوں کے گناہوں میں اِطلاع نہیں ہوتی تو دِل کے گناہ پر کیسے ہوسکتی ہے۔

اَور جن کو اِطلاع ہوتی بھی ہے وہ حضرات ایسے متحمل ہوتے ہیں کہ کسی کو خبر نہیں کرتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اَور وہ کسی کو بری نگاہ سے دیکھ کر آیا تھا تو حضرت عثمانؓ نے خطابِ خاص سے تو اِس سے کچھ نہ فرمایا لیکن یہ فرمایا مَابَالُ قَوْمٍ یَتَرَشَّحُ الزِّنَا مِنْ اَعْیُنِہِمْ یعنی لوگوں کا کیا حال ہے کہ اُن کی آنکھوں سے زِنا ٹپکتا ہے۔ یہ عنوان ایسا ہے کہ اِس میں رُسوائی کچھ

نہیں لیکن جو کرنے والا ہے وہ سمجھ جائے گا۔(دعواتِ عبدیت ص ۵/۵۱)

غرض چونکہ وہ لوگ (جن کو علم ہو جاتا ہے) کسی کو نصیحت نہیں کرتے اَور جو نصیحت کرنے والے ہیں اُن کو اِطلاع نہیں ہوتی، اِس لیے یہ گناہ بدنگاہی کا اَکثر چھپا ہی رہتا ہے اِس لیے بے دَھڑک اِس کو کرتے ہیں، دیگر معاصی مثلاً سرقہ زِنا وغیرہ میں تو ضرورت اِس کی بھی ہے کہ قوت و طاقت ہو اِس میں اُس کی ضرورت نہیں اِس لیے بوڑھے بھی اِس میں مبتلا ہیں۔ مجھ سے ایک بوڑھے آدمی ملے اَور وہ بہت متقی تھے اُنہوں نے اَپنی حالت بیان کی کہ میں لڑکوں کو بری نظر سے دیکھنے میں مبتلا ہوں۔ اَور ایک بوڑھے تھے وہ عورتوں کو گھورنے میں مبتلا تھے۔(دعواتِ عبدیت ص ۵۔۷۴)

بدنگاہی بھی بدکاری اَور بدترین معصیت ہے :

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گناہ اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے چنانچہ حدیث میں ہے :
اَنَا غَیُوْرٌ وَاللّٰہُ اَغْیَرُ مِنِّیْ وَمِنْ اَجْلِ غَیْرَتِہٖ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنْ میں بہت غیرتمند ہوں اَور اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ غیرت مند ہے اَور اِسی غیرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بے شرمی کی باتوں کو حرام قرار دے دیا چاہے اُس کی برائی کھلی ہو یا اَندرونی ہو۔

اَور یہ سب فواحش ہیں آنکھ سے دیکھنا، ہاتھ سے پکڑنا، پاؤں سے چلنا کیونکہ اِن سب کو شارع نے زِنا ٹھہرایا ہے چنانچہ اِرشاد ہے : آنکھیں زِنا کرتی ہیں اَور اُن کا زِنا کرنا دیکھنا ہے کان زِنا کرتے ہیں اَور اُن کا زِنا سننا ہے اَور زبان بھی زِنا کرتی ہے اَور اُس کا زِنا بولنا ہے اَور ہاتھ زِنا کرتے ہیں اَور اُن کا زِنا پکڑنا ہے۔(دعواتِ عبدیت ص ۸۵۵)

اِس وقت لوگوں میں یہ مرض شدت سے پھیل رہا ہے کوئی تو خاص اَصلی ہی گناہ میں مبتلا ہے اَور کوئی اِس کے مقدمات میں یعنی اَجنبی لڑکے یا اَجنبی عورت پر نظر کرنا۔ حدیث میں ہے اَللِّسَانُ یَزْنِیْ وَزِنَاہُ النُّطْقُ وَالْقَلْبُ یَتَمَنّٰی وَ یَشْتَھِیْ اِس میں ہاتھ لگانا، بری نگاہ سے دیکھنا سب داخل ہو گئے یہاں تک کہ جی خوش کرنے کے لیے کسی حسین لڑکے یا حسین لڑکی سے باتیں کرنا یہ بھی زِنا و لواطت میں داخل

ہے اَور قلب کا زِنا سوچنا ہے جس سے لذت حاصل ہو تو جیسے زِنا میں تفصیل ہے ایسے ہی لواطت میں بھی۔ اَور یہ نہایت ہی اَفسوس اَور رنج کی بات ہے باوجود یہ کہ عورت کی طرف طبعًا میلان ہوتا ہے مگر لوگ پھر بھی لڑکوں کی طرف مائل ہیں اَور وجہ اِس کی زیادہ تر یہ ہے کہ لڑکے سے ملنے میں بدنامی کا اَندیشہ بھی نہیں ہوتا اَور ملتے بھی ہیں آسانی سے، بالخصوص دیکھنا اَور تصور کرنا تو اِس لیے بھی سہل ہے کہ اِس کی کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی اَور یہ سب بدکاری ہے۔ (دعواتِ عبدیت ۵/۸۵)

اِس تعلقِ بد کا اَنجام :

اِس فعل کی خباثت عقلاً و نقلاً ہر طرح ثابت ہے اَور طبیعتِ سلیمہ اِس سے خود ہی اِنکار کرتی ہے۔ اِس فعل پر سوائے بدنیت آدمی کے اَور کوئی سبقت نہیں کر سکتا۔

ایک کھلا ہوا فرق شہوت بالنساء اَور شہوت بالرجال میں یہ ہے کہ عورت سے قضاءِ شہوت کرنے کے بعد آپس میں طبیعت بڑھتی ہے اَور مرد کی عزت عورت کی نظر میں بڑھ جاتی ہے وہ سمجھتی ہے کہ یہ مرد ہے نامرد نہیں اَور لڑکوں سے قضاءِ شہوت کر کے ایک دُوسرے کی نظر میں اُسی وقت ذلیل و خوار ہو جاتا ہے پھر بہت جلد مفعول کے دِل میں عدوات ایسی قائم ہو جاتی ہے کہ ایک دُوسرے کی صورت سے بیزار ہو جاتا ہے۔ (حسن العزیز ۲/۸۹)

اَمارد (حسین لڑکوں) سے تعلق بہت خبیث النفس کو ہوتا ہے اَور اِس کا نام لوگوں نے محبت رکھا ہے، یہ محبت ہرگز پاک نہیں ایسے ناپاکوں کا مرجانا ہی بہتر ہے۔ ایسے موقعوں پر دیکھا گیا ہے کہ جہاں دونوں طرف سے فریفتگی تھی اَور تعشق کیا جاتا تھا مقصد حاصل ہونے کے بعد دونوں میں عداوت ہوگئی اِس تعلق میں یہی خاصیت ہے۔ (دین و دُنیا ص ۲۷۲)۔ (جاری ہے)

قسط : ۲۳

سیرت خُلفائے راشدین

﴿ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوئی ؒ ﴾

اَمیر المؤمنین فاروقِ اَعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

عہد فاروقیؓ کی فتوحات :

اَور سب چیزوں کو چھوڑ کر صرف فتوحات آپ کے زمانے کی دیکھی جائیں تو قدرتِ خدا نظر آتی ہے اَور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تائیدِ غیبی آپ کے ساتھ تھی اَور خدا کا سچا وعدہ ﴿ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ﴾ آپ کے ہاتھ سے پورا ہو رہا تھا۔ رسولِ خدا ﷺ کی پیشن گوئیاں جو فتح اِیران اَور رُوم کے متعلق تھیں اَپنا کرشمہ دِکھا رہی تھیں۔

دُنیا کی یہ دونوں زبردست سلطنتیں اِیران و رُوم کی جو ہر قسم سے آراستہ اَور شائستہ فوجوں اَور ہر طرح کے ساز و سامان سے درست تھیں۔ رُوم کی سلطنت تقریبًا چار سو برس سے قائم تھی اَور اِیران کی سلطنت ''کیومرث'' کے وقت سے تھی۔ کیومرث کے متعلق تاریخ طبری میں ایک قول یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا دُوسرا نام ''کیومرث'' تھا۔ بھلا کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ چند بے سرو سامان عربوں کے ہاتھ سے اِتنی قلیل مدت میں یہ دونوں سلطنتیں اِس طرح زیر و زَبر ہو جائیں گی۔

شاہانِ اِیران تو خصوصیت کے ساتھ عربوں کو اَپنا غلام سمجھتے تھے جب سرورِ اَنبیاء ﷺ کا فرمانِ عالی خسرو پرویز بادشاہِ اِیران کے نام گیا تو اُس نے اَپنے پھُوٹے منہ سے یہی بات کہی کہ میرا غلام ہو کر مجھے اِس طرح خط لکھتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

حضرت شیخ اِزالۃ الخفاء میں سچ فرماتے ہیں کہ :

''کسرا ایں دو دولت متفرہ ممتدہ از مدت چہار صد سال باآں ہمہ وعدہ و دلاوری سپہ سالاری دریں مدت قلیل از دست عرب بایں سامانِ کہ داشتند ہرگز مثل آں، ہیچ گاہ متحقق نہ شد و نخواہد شد نہ دَر زمان اسکندر ذوالقرنین و نہ دَر وقت ترکان چنگیزیہ و نہ دَر ایام تیموریہ۔ بر متبعانِ فن تاریخ پوشیدہ نیست کہ فتح بلاد ہر چند مساعات بخت غالب باشد واَسباب ہمہ مہیا حدے دارد و غایتے وانچہ درخلافت حضرت فاروق مفتوح واقع شد غایت اَز حد غایت اَست''

بہرکیف اِس جگہ کچھ مختصر حال اِن فتوحات کا لکھا جاتا ہے مفصل حالات تو تاریخ کی ضخیم جلدوں میں بھی نہیں آسکے۔

فتحِ اِیران :

۱۳ھ میں حضرت فاروقِ اَعظمؓ نے مسندِ خلافت پر بیٹھتے ہی ملک اِیران کے زیروزَبر کرنے کی تدبیریں شروع کیں وہ کون مسلمان تھا جس کے دِل میں اِیرانیوں سے اِنتقام [1] لینے کا جذبہ نہ تھا پہلے تو حضرت فاروقِ اِعظمؓ نے چند روز تک مسلسل خطبے پڑھے جن میں مسلمانوں کو اِیرانیوں سے جہاد کرنے کی ترغیب ہوتی تھی۔ قرآنِ مجید [2] کی آیتیں پڑھ پڑھ کر اَور اَحادیثِ نبویہ سنا سنا کے فتح اِیران کے وعدے خدا اَور اُس کے رسول ﷺ کے مسلمانوں کو یاد دلائے جس سے ایک آگ سب کے دِلوں میں لگ گئی۔

سب سے پہلے اَبوعبیدہ ثقفیؓ نے جو اَکابر تابعین میں سے ہیں آپ کی آواز پر لبیک کہی۔ آپ نے اُن کی اِس سبقت کی بڑی قدر کی اَور فوراً ایک فوج مرتب کر کے روانہ کی جن میں بعض صحابہ کرام بھی تھے حتی کہ ایک بدری صحابی یعنی حضرت سلیط بن قیسؓ بھی اُس میں تھے۔ اِس فوج کا اَفسر اَبوعبیدہ ثقفیؓ

---

[1] خسرو پرویز بادشاہِ اِیران نے رسولِ خدا ﷺ کا خط جو آپ ﷺ نے اُس کے نام بغرض دعوتِ اِسلام بھیجا تھا، چاک کر دیا تھا۔ [2] قرآنِ مجید میں متعدد آیتیں ہیں جن میں اِیران و رُوم کی فتح کی خوشخبریاں ہیں اَور اَحادیث میں تو صاف تصریح کے ساتھ یہ مضمون ہے۔

کو مقرر کیا اَور فرمایا کہ (دیکھو کوئی کام بغیر صحابہ کرامؓ کے مشورہ کے نہ کرنا)۔

مثنیٰ بن حارثؓ کو جو پہلے ہی سے بحکمِ صدیقؓ عراق کی مہم پر مامور تھے حکم دیا کہ وہ بھی اَپنی فوج لے کر روانہ ہوں، یہ دونوں سپہ سالار اَپنی اَپنی فوج لے کر بجانبِ اِیران روانہ ہوگئے۔

اِیرانی تو بہت پہلے سے تیاریاں کر رہے تھے رستم بن فراخ زاد نے جو اَفواجِ اِیران کا سپہ سالارِ اَعظم تھا فورًا جابان کو حکم دیا کہ ایک لشکر جرار لے کر عربوں کے مقابلہ کے لیے جائے چنانچہ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اَور جنگِ عظیم کے بعد مسلمانوں کو فتح ملی اَور مالِ غنیمت مسلمانوں کو بہت ہاتھ آیا۔ اَبھی مالِ غنیمت تقسیم نہیں ہونے پایا تھا کہ ''نرسی'' بادشاہِ اِیران کا خالہ زاد بھائی ایک بڑی فوج لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کو پہنچ گیا۔

اِدھر رُستم نے بھی ایک دُوسرے سردار ''جالبوس'' کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ بھیج دیا مگر اَبو عبیدہ ثقفیؓ نے قبل اِس کے کہ نرسی اَور جالبوس دونوں جمع ہوں تیزی کے ساتھ نرسی پر حملہ کر کے اُس کو بھگا دیا جس سے دونوں کی قوت ٹوٹ گئی اَور مالِ غنیمت بھی کافی ہاتھ آیا۔ اِس کے بعد بے توقف جالبوس پر حملہ کر کے شکست دے دی۔ اِس سے مالِ غنیمت بہت ہاتھ لگا۔

اِن تین لڑائیوں کے ختم ہونے کے بعد مالِ غنیمت کا خمس اَور قیدیوں کو دارُالخلافہ بھیج دیا، باقی مالِ غنیمت غازیوں پر تقسیم کر دیا گیا۔

جب اِس شکست کی خبر ملکہ فارس ''پوران دخت'' کو مِلی تو اُس نے ''بہمن جاذویہ'' کو تیس ہزار فوج اَور تیس ہزار ہاتھیوں کے ساتھ بھیجا اُن میں جو سفید ہاتھی تھا وہ خسرو پرویز کے وقت سے بہت مبارک سمجھا جاتا تھا یعنی وہ جس معرکہ میں جاتا تھا فتح ملتی تھی۔ ''درفش کادیانی'' بھی اُس فوج کے ساتھ تھا جو فریدون کے وقت سے خزانہ شاہی میں رکھا گیا تھا اَور فتح و کامیابی کے لیے بڑی چیز خیال کیا جاتا تھا۔ پھر رُستم نے کچھ اَور مزید فوج بہمن جاذویہ کے ہمراہ کی۔

حضرت اَبو عبیدہؓ اِس مرتبہ شجاعت سے گزر کر تہور کی حد تک پہنچ گئے اَور فرات کے پل کو عبور کر کے دُشمن سے مصروفِ کارزار ہوئے۔ اِبتداءً مسلمانوں میں کچھ تزلزل پیدا ہوا اَور اِسی حالت میں

ایک مسلمان نے پُل توڑ دیا تاکہ خدانخواستہ مسلمانوں کو شکست ہو تو پیچھے نہ بھاگ سکیں۔

اِیران کے فوجی ہاتھیوں کی وجہ سے مسلمان بہت پریشان تھے عرب میں ہاتھی نہیں ہوتا تھا لٰہذا گھوڑے اَور اُونٹ بھی اُن کو دیکھ کر بھڑکتے تھے بالآخر حضرت اَبو عبیدہؓ اَور اُن کے ساتھ چند لوگ اَپنے گھوڑوں سے اُتر گئے اَور تلواروں سے ہاتھیوں کی سونڈ کاٹنا شروع کر دیں۔ خود حضرت اَبوعبیدہؓ نے سفید ہاتھی کی سونڈ کاٹی مگر پیچھے لوٹنے میں اُن کا پیر پھسل گیا اَور گر پڑے، سفید ہاتھی نے فورًا لپک کر اَپنے پیر سے اِن کو کچل دیا۔ اِن کی شہادت کے یکے بعد دیگرے سات آدمیوں نے جھنڈا لیا اَور سب شہید ہو گئے آخر میں حضرت مُثنیٰ رضی اللہ عنہ نے اَپنے ہاتھ میں جھنڈا لیا اَور اِیرانیوں کو ہزیمت ہوئی اَور مسلمان اِس ٹوٹے ہوئے پُل کو درست کر کے پھر فرات کے اُس پار آ گئے اِس لڑائی میں چار ہزار مسلمان شہید ہوئے، قریب تھا کہ فوج میں بددِلی پیدا ہو جائے مگر خدا نے دِل قوی کر دیے اَور چند روز کے لیے لڑائی بھی بند رہی۔

اِسی اَثناء میں ۱۴ھ شروع ہو گیا اَور رُومیوں نے اِس موقع کو دیکھ کر مسلمانوں کی پوری طاقت اِیران میں صرف ہو رہی ہے جنگ شروع کر دی جس کو بعد میں بیان کیا جائے گا۔ حضرت فاروقؓ نے بے تردّد اِدھر کا اِنتظام شروع کر دیا۔

اِسی دَرمیان حضرت جریر بن عبداللہؓ چار ہزار فوج کے ساتھ یمن سے آ گئے حضرت فاروقِ اَعظمؓ نے اُن کو فورًا حکم دیا کہ بجانب اِیران روانہ ہو جائیں اَور مُثنیٰ بن حارثہ کی ماتحتی میں کام کریں اَور مُثنیٰ کو فرمان لکھا کہ جریر بن عبداللہؓ صحابی ہیں اِن کے اِکرام واحترام کا پورا خیال رکھنا، اِیرانیوں نے اَب کی مرتبہ مہران ہمدانی کو سردارِ فوج بنا کر مقابلہ کے لیے بھیجا، بڑی سخت لڑائی ہوئی جس کا نام تاریخ اِسلام میں یَوْمُ الْاَعْشَارْ ہے اِس لیے کہ اِس لڑائی میں سو مسلمان ایسے تھے کہ اُن میں سے ہر ایک نے دس دس کافروں کو مارا تھا، مہران بھی ایک غلام کے ہاتھ سے مارا گیا، اِس لڑائی میں مسلمانوں کو اِس قدر مالِ غنیمت مِلا کہ پہلے کبھی نہ مِلا تھا۔

اِسی اَثناء میں حضرت مُثنیٰ رضی اللہ عنہ نے اُن کے دو بازاروں پر حملہ کیا، سونا اَور چاندی اَور

قیمتی جواہرات بکثرت ہاتھ آئے۔

اَب ۱۵ھ شروع ہوگیا تھا اَور اُس قیامت خیز لڑائی کی تیاری ہونے لگی جس کا نام جنگِ قادسیہ ہے۔ حضرت شیخ اِزالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں کہ حضرت فاروقِ اَعظمؓ کی کوشش سے اِس لڑائی میں کفر اَور اِسلام کے دَرمیان فرقانِ اَکبر کا ظہور ہوا۔ جب یہ لڑائی شروع ہونے والی تھی تو حضرت فاروقِ اَعظمؓ کے اِضطراب و بے چینی کا بالکل وہی حال تھا جو سردارِ اَنبیاء ﷺ کا غزوۂ بدر میں تھا۔ آپ نے کفار کی شکست اَور مسلمانوں کی فتح کے لیے نمازِ فجر میں قنوت شروع کردی اَور تمام اَطراف و جوانب میں اَحکام بھیجے کہ فوج کی بھرتی کر کر کے مدینہ منورہ بھیجو اَور حضرت سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ عنہ کو (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) تمام اَفواجِ عراق کا سپہ سالارِ اَعظم مقرر کیا اَور اُن کو تقوی اَور صبر اَور ثبات قدم کے متعلق بہت مؤثر نصیحتیں فرمائیں۔ تیس ہزار فوج لے کر حضرت سعدؓ روانہ ہوئے جس میں ایک ہزار صحابی اَور اُن میں نناوے بدری تھے اَور کچھ فوج پہلے سے عراق میں تھی بہر حال پوری فوج مجموعی تعداد میں ساٹھ ہزار بیان کی گئی ہے۔

اِدھر اِیرانیوں نے یہ کیا کہ اَپنی ملکہ کو معزول کر کے ''یزدگرد'' کو تختِ سلطنت پر بٹھا دیا کیونکہ لڑائی کے مہمات کو مرد ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔ پرانے بادشاہوں کے وقت کے دفینے اَور خزانے نکالے گئے آلاتِ حرب کی درستگی اَور فوج کی بھرتی میں بے اَندازہ دولت صرف کی گئی، خود رُستم لڑنے کے لیے میدان میں آیا اَور دریا پر پُل باندھ کر دَریا کے اُس پار اُس نے اپنی چھاؤنی قائم کی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے رُستم کے ساز وسامان اَور فوج کی کثرت کا حال حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ ذرا تردّد نہ کرو اَور دُشمن کے ساز وسامان سے کچھ بھی خوف نہ کرو اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں پر نظر رکھو۔

خدا کی قدرت اُسی زمانہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جسم میں دُنبل اِس کثرت سے نکل آئے کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکتے تھے اُدھر یزدگرد مدائن میں بیٹھ کر دم بدم تازہ فوجیں میدانِ جنگ میں بھیجتا چلا جاتا تھا اَور آدمیوں کی ڈاک اِس قاعدے سے لگائی گئی تھی کہ ہر لمحہ کی خبر میدانِ جنگ

کی اُس کو پہنچتی رہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک قصرِ شاہی میں جو وسطِ لشکر میں تھا مقیم ہوئے اَور تمام فوج کو جمع کرکے آپ نے ایک خطبہ پڑھا جس میں فتحِ اِیران کی پیشن گوئیاں اَحادیثِ نبویہ سے سنائیں اَور فرمایا چار مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند کروں گا پہلی مرتبہ تم سب بھی تکبیر بلند کرنا اَور ہتھیار وغیرہ درست کرنا، دُوسری مرتبہ میں لڑائی کا لباس پہن لینا اَور تیسری دفعہ میں صفیں درست کر لینا اَور چوتھی مرتبہ میں تم سب لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ کا نعرہ بلند کرکے یکدم دُشمن پر ٹوٹ پڑنا، ایسا ہی ہوا اَور مسلسل تین دِن اَور ایک رات برابر لڑائی جاری رہی، شاید دُنیا نے کبھی خواب میں بھی ایسا معرکۂ قتال نہ دیکھا ہوگا۔

تاریخ اِسلام میں لڑائی کے پہلے دِن کا نام یَوْمُ الْاَرْمَاث اَور دُوسرے دِن کا نام یَوْمُ الْاَغْوَاث اَور تیسرے دِن کا یَوْمُ الْعَمَاث اَور رات کو لَیْلَۃُ الْھَرِیْر.

لَیْلَۃُ الْھَرِیْر میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ اَپنے قصر کے اَندر دُعا میں مشغول تھے اَور فریقین کی فوجیں مشعل روشن کر کے مصروفِ کارزار تھیں۔ دوزخ اَور بہشت دونوں کے دَروازے کھلے ہوئے تھے وسطِ شب میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دِل میں خدا کی طرف سے تسکین نازل ہوئی اَور اِلہامِ ربانی ہوا آپ نے اُسی وقت مسلمانوں کو خوشخبری سنائی کہ بس اللہ کی مدد قریب ہے فتح ونصرت کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ اُن کے فرمانے سے مسلمانوں کے دِل بہت بڑھ گئے اَور اِس بے جگری سے قتل وغارت میں مصروف ہوئے کہ اِیرانیوں کی بہادری کے اَفسانے سب خاک میں مِل گئے، اِتنے میں صبح ہوگئی اَور کچھ دِن چڑھے ہلال بن علقمہ رضی اللہ عنہ اِیرانیوں کے قلبِ لشکر میں رُستم کے پاس پہنچ گئے اَور ایک ہی وَار میں اُس مغرور کا سر جسم سے جدا کر کے نیزے پر چڑھا دیا اَور بڑی بلند آواز میں اَلَا اِنِّیْ قَتَلْتُ رُسْتَمًا کا نعرہ بلند کیا اِس آواز کا بلند ہونا تھا کہ اِیرانیوں میں ہلچل پڑگئی اَور رُستم کا جسمِ بے جان حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سامنے لاکر ڈال دیا گیا، اِیرانی بھاگے اَور مسلمانوں نے اُن کا تعاقب کیا اَور اِس قدر اِیرانیوں کو مارا کہ اُس کا شمار نہ ہوسکا۔

مؤرخین نے اَندازہ بیان کیا ہے کہ اِس لڑائی میں ایک لاکھ اِیرانی مارے گئے اَور مسلمان

چھ ہزار شہید ہوئے، مالِ غنیمت میں وہ وہ قیمتی اَور عجیب اَشیاء مسلمانوں کو مِلیں کہ عربوں نے تو کبھی خواب میں بھی نہ دیکھی تھیں ،قرآنِ مجید کی آیت ﴿ وَاُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا ﴾ کا ظہور اُس دِن عیانًا ہوا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے خمس جدا کر کے مالِ غنیمت دارُ الخلافہ روانہ کرتے ہوئے فتح عظیم کی خوشخبری حضرت فاروقِ اَعظم رضی اللہ عنہ کو بھیجی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جن جن کلمات میں اَپنے پرور دگار کا شکریہ اَدا کیا وہ اِن ہی کا حصہ تھا۔

مسلمانوں کی اَسی (۸۰) لڑائیاں اِیرانیوں سے ہوئیں مگر سب سے بڑی یہی لڑائی تھی اِس کے بعد دو چار لڑائیاں اَور ہوئیں اَور سارا ملک اِیران مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا، کفر اَور آتش پرستی کے بجائے خدا پرستی کا چرچا ہوا، آتش خانے گل ہو گئے اَور خدا کی مسجدیں بنیں جس سرزمین پر رسول رب العالمین ﷺ کے فرمان کے ساتھ گستاخی کی گئی تھی وہ زمین اَب آپ کے فرمانبرداروں کا مسکن بن گئی۔

یزدگرد کی یہ حالت ہوئی کہ قادسیہ کی شکست کے بعد حلوان بھاگ گیا حلوان سے رَے گیا پھر وہاں سے نہ معلوم کہاں کہاں بھاگا۔ پھر آخر اُس نے عاجز ہو کر خاقانِ ترک اَور فعفور چین سے مدد مانگنے کی رائے کی اَور اِس اِرادے سے طوس گیا اَور حاکم طوس ''ماہوئی سوری'' کا مہمان بنا اَور وہاں بھی بدبختی نے نہ چھوڑا، بزن سے جنگ ہوئی اَور اُس جنگ میں شکست پا کر یزدگرد تنہا بھاگا اَور ایک چکی پسنے والے کے یہاں پناہ لی۔ اُس نے اِس کو قتل کر دیا اَور تاجِ شاہی اَور زریں لباس اُتار کر اُس کے جسم کو برہنہ دریا میں ڈال دیا۔ اَخیر وقت میں حسرت سے کہتا تھا کہ کاش میں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا ہوتا۔ یہ تھی سزا اُس گستاخی کی جو سیّد الانبیاء ﷺ کے فرمانِ عالی شان کے ساتھ کی گئی تھی۔ ﴿ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

اِس لڑائی میں تائیدِ غیبی کے واقعات اَور عبرت آموز حالات بکثرت پیش آئے جن میں سے چند اِس جگہ لکھے جاتے ہیں :

(۱) ارماث والے دِن جو آذر بائیجان کا حاکم تھا ایک عجیب شان سے ایک بادرفتار گھوڑے

پر سوار میدانِ جنگ میں آیا اَور کہنے لگا کہ آج ہم عربوں کو کچل ڈالیں گے اُس کے ایک ساتھی نے کہا کہ ''اگر خدا چاہے'' یہ مغرور کہنے لگا ''خدا چاہے یا نہ چاہے'' یہ لفظ اُس کی زبان سے نکلا ہی تھا کہ حضرت منذر بن حسان ضبی نے ایک نیزہ اُس کے پہلو میں مارا اَور وہ زمین پر گر پڑا۔

(۲) عماث والے دِن ایک سوار اِیرانی فوج کا میدانِ جنگ میں بہت لاف و گزاف بکتا ہوا آیا ایک مسلمان دُبلے پتلے پستہ قد اُس کے مقابلے میں گئے، اِیرانی نے ایک ضرب میں اُن کو گھوڑے سے گرا دیا اَور خود گھوڑے سے اُتر کر اُن کے سینے پر بیٹھ گیا قریب تھا کہ اُن کا سر کاٹے کہ گھوڑا اُس کا بھاگا۔ اُس نے گھوڑے کی رسی اَپنی کمر میں باندھ لی تھی نتیجہ ہوا کہ گھوڑے کے ساتھ خود بھی گھسیٹتا ہوا چلا گیا پھر کیا تھا اُس مسلمان نے اُٹھ کر ایک ہی وار میں اُس کو جہنم میں پہنچا دیا۔

(۳) اِسی عماث والے دِن جب حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے تنہا اِیرانی لشکر پر حملہ کیا اَور نہ معلوم کتنے نامور پہلوانوں کو واصلِ جہنم کیا تو ایک دَم پوری فوج اُن پر ٹوٹ پڑی، اِن کا گھوڑا مارا گیا تو اُنہوں نے ایک اِیرانی سوار کے دوڑتے ہوئے گھوڑے کا پاؤں پکڑ لیا، گھوڑا اُرک گیا سوار نے اِس قوت کو دیکھ کر اَپنی جان بچانے کو غنیمت سمجھا اَور فوراً اُتر کر پیدل بھاگ گیا اَور حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ اُسی گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

(۴) اغواث والے دِن اَبو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ نے جو شراب پینے کے جرم میں محبوس ہوئے تھے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بیوی سلمٰی رضی اللہ عنہا سے کہا کہ مجھے قید سے رہا کر دو اَور سعد کا اَبلق گھوڑا اَور ہتھیار مجھے دے دو، آج میرا دِل بھی میدانِ جنگ میں جانے کے لیے بے قرار ہے اَور اَگر میں زندہ رہا تو پھر اِسی طرح اَپنے کو قید کرا دُوں گا۔ سلمٰی رضی اللہ عنہا نے منظور کر لیا۔ اَبو محجن نے میدانِ جنگ میں وہ کام کیا کہ ساری فوج کی نظر اُن ہی کی طرف ہو گئی سینکڑوں اِیرانی بہادروں کو اُنہوں نے واصلِ جہنم کیا۔ اُس وقت مسلمان یہ خیال کر رہے تھے کہ کوئی فرشتہ ہماری مدد کے لیے بھیجا گیا ہے دُوسرے دِن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جب یہ ماجرا سنا تو بہت خوش ہوئے اَور اَبو محجن کو بلا کر فرمایا کہ میں نے تم کو رہا کر دیا اَور اَب کبھی تم کو شراب پینے پر سزا نہیں دی جائے گی۔ اُنہوں نے کہا کہ

یہ بات ہے تو اَب میں کبھی اِس خبیث کے قریب نہیں جاؤں گا، آج سے پہلے اَگر میں شراب چھوڑتا تو یہ چھوڑنا سزا کے خوف سے ہوتا لیکن اَب محض خدا کے خوف سے ہے۔

(۵) قادسیہ کی لڑائی ختم ہونے کے بعد اِیرانیوں نے دَریائے دَجلہ کا پل توڑ دیا اَور کشتیاں بھی ہٹالیں کہ اِسلامی فوج مدائن میں نہ داخل ہو سکے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کچھ پرواہ نہیں اللہ کا نام لے کر اَور حضرت فاروقِ اَعظمؓ کے عدل و اِنصاف کا واسطہ بارگاہِ اِلٰہی میں پیش کر کے اِس بحر ذُخار میں اُنہوں نے اَپنا گھوڑا ڈال دیا۔ اُن کے گھوڑے کا دریا میں پڑنا تھا کہ ایک دَم ساٹھ ہزار گھوڑے دَریا میں تھے، ترتیب یہ دی گئی تھی کہ دو دو باہم ملے جلے چلیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ساٹھ ہزار اِسلامی شہسوار دَریائے دَجلہ میں متحرک پانی کی سطح پر پھیلے ہوئے تھے کہ گویا باغ کی روشوں پر چہل قدمی کر رہے ہیں اَور جہاں گھوڑے تھک جاتے تھے وہاں خشک ٹیلہ یا خشک زمین نمودار ہو جاتی تھی جس پر کھڑے ہو کر گھوڑے آرام کر لیتے تھے، نہ کوئی شخص دریا میں ڈوبا، نہ کسی کی کوئی چیز ضائع ہوئی، سب چشم زدن میں دَریا کے پار تھے۔ ایک سوار کا پیالہ اَلبتہ دریا میں بہہ گیا تھا، رسی اُس کی کمزور تھی دریا کی موجوں میں ٹوٹ گئی پار اُتر کر اُنہوں نے کہا کہ خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا کہ میرا پیالہ دَریا میں رہ جائے یہ کہنا تھا کہ ایک موج آئی اَور اُس نے وہ پیالہ کنارے پر پہنچا دیا۔

اُس دِن کا نام عرب کی تاریخ میں یَوْمُ الْمَآءِ رکھا گیا۔ اِس بعید اَز قیاس تائید ربانی کو دیکھ کر اِیرانیوں نے شہر مدائن کو خالی کر دیا اَور بغیر جنگ کے مسلمانوں کا اِس پر قبضہ ہو گیا۔

فتح رُوم و شام :

فتوحاتِ عراق کی طرح شام و رُوم کے فتوحات کا حال بھی ہے۔ ۱۴ھ سے حضرت فاروقِ اَعظم رضی اللہ عنہ نے رُوم و شام کی طرف توجہ فرمائی اَور ۲۲ھ تک آپ نے اُس کو مکمل کر دیا۔ تائیدِ غیبی کے عجیب و غریب واقعاتِ روز مرہ اُن فتوحات میں بھی رُونما ہوتے رہے، بعض مقامات میں لڑنا پڑا اَور بعض مقامات بغیر لڑائی کے قبضہ میں آگئے۔ بیت المقدس بغیر لڑائی کے اِس طرح قبضہ میں آیا کہ

وہاں عیسائیوں اَور یہودیوں کے علماء نے کہا کہ عمرو بن عاص بیت المقدس کو فتح نہیں کر سکتے کیونکہ فاتح بیت المقدس کا حلیہ ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے جو عمرو بن عاص پر منطبق نہیں ہوتا۔

حضرت عمرو بن عاص نے اِس کی اِطلاع حضرت فاروقِ اَعظم رضی اللہ عنہ کو دی اَور آپ تشریف لے گئے جس وقت آپ بیت المقدس پہنچے اَور آپ کو اُن لوگوں نے دیکھا فوراً دروازہ کھول دیا اَور کہا کہ یہ وہی ہیں۔ بیت المقدس میں بمقام جابیہ آپ نے ایک دَربار کیا اَور تمام سردارانِ فوج کو بھی اِس میں شریک فرمایا اَور شعائرِ اِسلام کا کماحقہ اِعلان فرمایا۔

مصر اَور اسکندریہ اَور حلب اَور ہوازن اَور آذربائیجان وغیرہ بھی بڑے معرکہ کے ساتھ فتح ہوئے اَور خراسان اَور قسطنطیہ کی فتوحات کا بھی آغاز ہوا جس کی تکمیل اَمیر المومنین حضرت عثمان کے زمانے میں ہوئی اَور دینِ برحق تمام اَدیان پر غالب آگیا اَور اِتنی بڑی عظیم الشان سلطنت مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی کہ اَب رُوئے زمین پر کوئی طاقت ایسی باقی نہ رہی جو مسلمانوں کے مقابلہ میں سرسبز اَور کامیاب ہو سکے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا۔ (جاری ہے)

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اَور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اَپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اَور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

محرم الحرام کی فضیلت
اَور
منکراتِ مروجہ کی مذمت

﴿ حضرت مولانا مفتی سیّد عبدالکریم صاحب گمتھلوی ﴾

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سب روزوں سے اَفضل رمضان کے بعد اللہ تعالیٰ کا مہینہ محرم ہے (یعنی اِس کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا رمضان کے سوا اَور سب مہینوں کے روزہ سے زیادہ ثواب رکھتا ہے)۔ (مسلم شریف)

اَور جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا اِس لیے آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا : ''یہ کیا دِن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو ؟ اُنہوں نے کہا یہ بڑا دِن ہے اِس میں اللہ تعالیٰ نے موسٰی علیہ السلام اَور اُن کی قوم کو نجات عطا فرمائی اَور فرعون اَور اُس کی قوم غرق ہوئی۔ پس موسٰی علیہ السلام نے اِس کا روزہ بطورِ شکر کے رکھا تو ہم بھی اِس کا روزہ رکھتے ہیں۔ پس اِرشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے : تو ہم زیادہ حق دار ہیں موسٰی علیہ السلام کے تم سے پھر حضور ﷺ نے اِس کا روزہ رکھا اَور (دُوسروں کو) اِس کے روزہ کا حکم دیا (متفق علیہ)

نیز اِرشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے : میں اُمید رکھتا ہوں حق تعالیٰ سے کہ عاشورا کا روزہ کفارہ ہوجاتا ہے اُس سال کا (یعنی اُس سال کے چھوٹے گناہوں کا) جو اِس سے پیشتر (گزر چکا) ہے۔ (مسلم شریف)

اَور حدیث شریف میں ہے کہ جب رسولِ خدا ﷺ نے روزہ رکھا اَور اُس کے روزہ کا حکم دیا تو اُنہوں نے (یعنی صحابہؓ نے) عرض کیا کہ یہ ایسا دِن ہے جس کو یہود اَور نصاریٰ معظم سمجھتے ہیں

تو آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اَگر میں آئندہ سال تک زِندہ رہا تو نو تاریخ کو (بھی) ضرور روزہ رکھوں گا۔ (مسلم) اَور اِرشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ روزہ رکھو تم عاشورہ کا اَور مخالفت کرو اِس میں یہود کی اَور (وہ اِس طرح کہ) روزہ رکھو اِس سے ایک دِن پہلے کا یا ایک دِن بعد کا (غرض تنہا عاشورہ کا روزہ نہ رکھو، اِس سے ایک دِن پہلے کا یا بعد کا ملا لینا چاہیے)

اَور حدیث شریف میں ہے کہ عاشورہ کا روزہ رمضان (کے روزے فرض ہونے) سے پیشتر (بطورِ فرضیت) رکھا جاتا تھا۔ پس جب رمضان (کے روزوں کا حکم) نازل ہوا تو جس نے چاہا (عاشورا کا روزہ) رکھا اَور جس نے چاہا نہ رکھا (جمع الفوائد عن الستة الا النسائی)۔

اِرشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس شخص نے فراخی کی اپنے اہل و عیال پر خرچ میں عاشورہ کے دِن، فراخی کرے گا اللہ تعالیٰ اُس پر (رِزق میں) تمام سال۔ (رزین و بیہقی و فی المرقاۃ قَالَ الْعِرَاقِیُّ لَہٗ طُرُقٌ بَعْضُھَا صَحِیْحٌ وَبَعْضُھَا عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ) پس یہ دو باتیں تو کرنے کی ہیں: ایک روزہ رکھنا کہ وہ مستحب ہے، دُوسرے مصارف میں کچھ فراخی کرنا (اپنی حیثیت کے موافق) اَور یہ مباح ہے۔ اِس کے علاوہ اَور سب باتیں جو اِس دِن میں کی جاتی ہیں خرافات ہیں، لوگ اِس دن میلہ لگاتے ہیں اَور حضراتِ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مصائب کا ذکر کرتے ہیں اَور اُن کا ماتم کرتے ہیں اَور مرثیہ پڑھتے ہیں اَور روتے چلاتے بھی ہیں اَور بعض لوگ تو تعزیہ اَور عَلَم وغیرہ بھی نکالتے ہیں اَور اُن کے ساتھ شرک و کفر کا معاملہ کرتے ہیں، یہ سب باتیں واجب الترک ہیں، شریعت میں اِس ماتم وغیرہ کی کوئی اَصل نہیں ہے بلکہ اِن سب اُمور کی سخت ممانعت آئی ہے۔

تنبیہ :

بعض لوگ اِس روز مسجد وغیرہ میں جمع ہو کر ذکرِ شہادت وغیرہ سناتے ہیں۔ اِس میں ثقہ لوگ بھی غلطی سے شریک ہو جاتے ہیں اَور بعض اہلِ علم بھی اِس کو جائز سمجھنے کی عظیم غلطی میں مبتلا ہیں۔ دَرحقیقت یہ بھی ماتم ہے گو مہذب طریقہ سے ہے کہ سینہ وغیرہ وحشی لوگوں کی طرح نہیں کوٹتے لیکن

حقیقت ماتم کی یہاں بھی موجود ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

اَور اِرشاد فرمایا حق تعالیٰ نے پس جس شخص نے ذرّہ کے برابر نیکی کی وہ اُس کو دیکھ لے گا اَور جس نے ذرّہ کے برابر بُرائی کی وہ اُس کو دیکھ لے گا۔

چونکہ حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اِصلاح الرسوم'' میں منکراتِ مروجہ کی نہایت عمدہ طریق پر تفصیل کے ساتھ اِصلاح فرمائی ہے، اِس واسطے اِصلاح الرسوم باب سوم کی فصل سوم سے عشرۂ محرم کی رسومِ قبیحہ کا بیان لکھا جاتا ہے۔ یہ رسوم دو قسم کی ہیں : ایک وہ جو فی نفسہ حرام ہیں، دُوسری وہ جو فی نفسہٖ مباح تھیں مگر فسادِ عقیدہ کے سبب حرام ہوگئیں، دونوں کو جدا جدا بیان کیا جاتا ہے۔

قسم اَوّل کے منکرات :

(۱) تعزیہ بنانا : اِس کی وجہ سے طرح طرح کا فسق و شرک صادِر ہوتا ہے۔ بعض جہلاء کا اِعتقاد ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ اِس میں حضرت اِمام حسینؓ رونق اَفروز ہیں اَور اِس وجہ سے اُس کے آگے نذر و نیاز رکھتے ہیں جس کا مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہوکر کھانا حرام ہے۔ اُس کے آگے دَست بستہ تعظیم سے کھڑے ہوتے ہیں، اُس کی طرف پشت نہیں کرتے، اُس پر عرضیاں لٹکاتے ہیں، اُس کے دیکھنے کو زیارت کہتے ہیں اَور اِس قسم کے واہی تباہی معاملات کرتے ہیں جو صریح شرک ہیں۔ اِن معاملات کے اِعتبار سے تعزیہ اِس آیت کے مضمون میں داخل ہے اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ یعنی کیا ایسی چیز کو پوجتے ہو جس کو خود تراشتے ہو۔ اَور طرف ماجرا یہ ہے کہ یا تو اُس کی بے حد تعظیم و تکریم ہو رہی تھی اَور یا دفعۃً اُس کو جنگل میں لے جا کر توڑ پھوڑ برابر کیا۔ معلوم نہیں آج وہ ایسا بے قدر کیوں ہوگیا، واقعی جو اَمر خلافِ شرع ہوتا ہے وہ عقل کے بھی خلاف ہوتا ہے۔

بعضے نادان یوں کہتے ہیں کہ صاحب اِس کو حضرت اِمام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ساتھ نسبت ہوگئی اَور اُن کا نام لگ گیا اِس لیے تعظیم کے قابل ہوگیا۔ جواب اِس کا یہ ہے کہ نسبت کی تعظیم ہونے میں

کوئی کلام نہیں مگر جبکہ نسبت واقعی ہو مثلاً حضرت اِمام حسین رضی اللہ عنہ کا کوئی لباس ہو یا اَور کوئی اُن کا تبرک ہو ہمارے نزدیک بھی وہ قابلِ تعظیم ہیں اَور جو نسبت اپنی طرف سے تراشی ہوئی ہو وہ ہرگز اسبابِ تعظیم سے نہیں ورنہ کل کو کوئی خود اِمام حسین رضی اللہ عنہ ہونے کا دعویٰ کرنے لگے تو چاہیے کہ اُس کو اَور زیادہ تعظیم کرنے لگو حالانکہ بالیقین اُس کو گستاخ و بے اَدب قرار دے کر اُس کی سخت توہین کے دَرپے ہو جاؤ گے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ نسبتِ کاذبہ سے وہ شے معظم نہیں ہوئی بلکہ اِس کذب کی وجہ سے زیادہ اہانت کے قابل ہوتی ہے۔ اِس بناء پر اِنصاف کر لو کہ تعزیہ تعظیم کے قابل ہے یا اہانت کے۔

(۲) معازِف و مزامیر کا بجانا : اِس کی حرمت حدیث میں صاف صاف مذکور ہے اَور باب اَوّل میں وہ اَحادیث لکھی گئی ہیں اَور قطع نظر خلافِ شرع ہونے کے عقل کے بھی تو خلاف ہے۔ معازف و مزامیر تو سامانِ سرور ہیں، سامانِ غم میں اِس کے کیا معنی ؟ یہ تو دَرپردہ خوشی منانا ہے۔ ع

برچنیں دعوائے اُلفت آفریں

(۳) مجمع فساق و فجار کا جمع ہونا : اِس میں وہ فحش واقعات ہوتے ہیں کہ ناگفتہ بہ ہیں۔

(۴) نوحہ کرنا : اِس کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اَبو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لعنت فرمائی ہے رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والے اَور اُس کی طرف کان لگانے والے کو۔ (اَبوداؤد)

(۵) مرثیہ پڑھنا : اِس کی نسبت حدیث میں صاف ممانعت آئی ہے۔ اِبن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیوں سے منع فرمایا ہے۔

(۶) اَکثر موضوع روایت پڑھنا : اِس کی نسبت اَحادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

(۷) اِن اَیام میں قصداً زینت ترک کرنا : جس کو ''سوگ'' کہتے ہیں اَور حکم اِس کا شریعت میں یہ ہے کہ عورت کو صرف خاوند پر چار ماہ دس دِن یا وضع حمل تک واجب ہے اَور دُوسرے عزیزوں کے مرنے پر تین دِن جائز ہے باقی حرام، سو اَب تیرہ سو سال کے بعد یہ عمل کرنا بلا شک حرام ہے۔

(۸) کسی خاص لباس یا کسی خاص رنگ میں اِظہارِ غم کرنا : اِبن ماجہ میں حضرت عمران

بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک قصہ میں منقول ہے کہ ایک جنازہ میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ غم میں چادر اُتار کر صرف کُرتہ پہنے ہیں یہ وہاں غم کی اِصطلاح تھی۔ آپ ﷺ نہایت ناخوش ہوئے اَور فرمایا کیا جاہلیت کے کام کرتے ہو یا جاہلیت کی رسم کی مشابہت کرتے ہو ؟ میرا تو یہ ارادہ ہو گیا تھا کہ تم پر ایسی بد دُعا کروں کہ تمہاری صورتیں مسخ ہو جاویں۔ پس فوراً اُن لوگوں نے اپنی چادریں لے لیں اَور پھر کبھی ایسا نہیں کیا۔ اِس سے ثابت ہوا کہ کوئی خاص وضع و ہیئت اِظہارِ غم کے لیے بنانا حرام ہے۔

(۹) بعض لوگ اپنے بچوں کو اِمام حسین رضی اللہ عنہ کا فقیر بناتے ہیں اَور اُن سے بعضے بھیک بھی منگواتے ہیں، اِس میں اِعتقادی فساد تو یہ ہے کہ اِس عمل کو اِس کی طویل حیات میں مؤثر جانتے ہیں یہ صریح شرک ہے اَور بھیک مانگنا بلا اِضطرار حرام ہے۔

(۱۰) حضرات اِہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اِہانت بر سر بازار کرتے ہیں، اگر اَیام غدر کے واقعات جس میں کسی خاندان کی عورتوں کا ہتک ہوا ہو اِس طرح علی الاعلان گائے جاویں، اُس خاندان کے مردوں کو کس قدر غیض و غضب آئے گا۔ پھر سخت اَفسوس ہے کہ حضراتِ اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات اعلان کرنے میں غیرت بھی نہ آئے۔

اَور اِس طرح کے بہت سے اُمورِ قبیحہ ہیں جو اِن دِنوں میں کیے جاتے ہیں اُن کا اِختیار کرنا اَور ایسے مجمع میں جانا سب حرام ہے اَور یہی تمام تر فضیحتیں پھر چہلم کو دُہرائی جاتی ہیں۔

قسم دوم کے منکرات :

(۱) کھچڑا یا اَور کچھ کھانا پکانا اَحباب یا مساکین کو دینا اَور اِس کا ثواب اِمام حسین رضی اللہ عنہ کو بخش دینا، اِس کی اَصل وہی حدیث ہے کہ جو شخص اِس دن میں اپنے عیال پر وسعت دے، اللہ تعالیٰ سال بھر تک اُس پر وسعت فرماتے ہیں۔ وسعت کی یہ بھی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ بہت سے کھانے پکائے جاویں خواہ جدا جدا یا ملا کر کھچڑا میں کئی جنس مختلف ہوتی ہیں اِس لیے وہ اِس وسعت میں داخل ہو سکتا تھا چنانچہ دُرمختار میں ہے وَلَا بَأْسَ بِالْمُعْتَادِ خَلَطًا وَّیُوَجَّہُ جب اہل و عیال کو دیا کچھ غریب

غرباء کو بھی دے دیا۔ حضرت اِمامین (حضرت اِمام حسنؓ و حضرت اِمام حسینؓ) کو بھی ثواب بخش دیا مگر چونکہ لوگوں نے اِس میں طرح طرح کی رسوم کی پابندی کر لی ہے گویا خود اِس کو ایک تہوار قرار دے دیا ہے اِس لیے رسم کے طور پر کرنے سے ممانعت کی جائے گی۔ بلا پابندی اگر اِس روز کچھ فراخی خرچ میں کھانے پینے میں کر دے تو مضائقہ نہیں۔

(۲) شربت پلانا : یہ بھی اپنی ذات میں مباح تھا کیونکہ جب پانی پلانے میں ثواب ہے تو شربت پلانے میں کیا حرج تھا ؟ مگر وہی رسم کی پابندی اِس میں بھی ہے اَور اِس کے علاوہ اِس میں اہل رِفض کے ساتھ تشبہ بھی ہے، اِس لیے یہ بھی قابل ترک ہے۔ تیسرے اِس میں ایک مضمر خرابی یہ ہے کہ شربت اِس مناسبت سے تجویز کیا گیا ہے کہ حضراتِ شہدائے کربلا پیاسے شہید ہوئے تھے اَور شربت مسکن عطش (پیاس بجھانے والا) ہے اِس لیے اِس کو تجویز کیا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے عقیدہ میں شربت پہنچتا ہے جس کا باطل اَور خلافِ قرآن مجید ہونا فصل دوم میں مذکور ہو چکا ہے اَور اَگر پلانے کا ثواب پہنچتا ہے تو ثواب سب یکساں ہے، کیا صرف شربت دینے کو ثواب میں تسکینِ عطش کا خاصہ ہے۔ پھر یہ بھی اِس سے لازم آتا ہے کہ اُن کے زعم میں اَب تک شہدائے کربلا نعوذ باللہ پیاسے ہیں، یہ کس قدر بے اَدبی ہے۔ اِن مفاسد کی وجہ سے اِس سے بھی اِحتیاط لازم ہے۔

(۳) شہادت کا قصہ بیان کرنا : یہ بھی فی نفسہٖ چند روایات کا ذکر کر دینا ہے۔ اگر صحیح ہوں تو روایات کا بیان کر دینا فی ذاتہٖ جائز تھا مگر اِس میں یہ خرابیاں عارض ہو گئیں :

(الف) مقصود اِس بیان سے ہیجان اَور جلب غم اَور گریہ وزاری کا ہوتا ہے، اِس میں صریح مقابلہ شریعتِ مطہرہ ہے کیونکہ شریعت میں ترغیبِ صبر مقصود ہے اَور تعزیت سے یہی مقصود ہوتا ہے اَور ظاہر ہے کہ مزاحمت شریعت کی سخت معصیت اَور حرام ہے، اِس لیے گریہ وزاری کو بھی قصدًا یاد کر کے لانا جائز نہیں اَلبتہ غلبۂ غم سے اَگر آنسو آ جائیں تو اِس میں گناہ نہیں۔

(ب) لوگوں کو اِسی لیے بلایا جاتا ہے اَور ایسے اُمور کے لیے تداعی و اہتمام خود ممنوع ہے۔

(ج) اِس میں مشابہت اہلِ رِفض کے ساتھ بھی ہے، اِس لیے ایسی مجلس کا منعقد کرنا اَور اُس میں شرکت کرنا سب ممنوع ہے۔ چنانچہ مطالب المؤمنین میں صاف منع لکھا ہے اَور قواعدِ شرعیہ بھی اِس کے مشاہد ہیں اَور یہ تو اُس مجلس کا ذکر ہے جس میں کوئی مضمون خلاف نہ ہو اَور نہ وہاں نوحہ و ماتم ہو اَور جس میں مضامین بھی غلط ہوں یا بزرگوں کی توہین ہو یا نوحہ' حرام ہو جیسا کہ غالب اِس وقت میں ایسا ہی ہے تو اُس کا ''حرام'' ہونا ظاہر ہے اَور اِس سے بدتر خود شیعہ کی مجالس میں جا کر شریک ہونا بیان سننے کے لیے یا ایک پیالہ فرینی اَور دو نان کے لیے۔

'' اِصلاح الرسوم '' کا مضمون ختم ہوا۔ اَب '' زَوَالُ السِّنَةِ '' سے بعض رسومِ قبیحہ کی مذمت نقل کی جاتی ہے :

(۱) بعض لوگ اُس بچے کو منحوس سمجھتے ہیں جو محرم میں پیدا ہو، یہ بھی غلط عقیدہ ہے۔

(۲) بعض لوگ اِن اَیام میں شادی کو برا سمجھتے ہیں، یہ عقیدہ بھی باطل ہے۔

(۳) بعض جگہ اِن ایام میں گُٹکہ، دَھنیا، مصالح تقسیم کرتے ہیں، یہ بھی واجب الترک ہے۔

(۴) بعض شہروں میں اِس تاریخ کو روٹیاں تقسیم کی جاتی ہیں اَور اُن کی تقسیم کا یہ طریقہ نکالا ہے کہ چھتوں کے اُوپر کھڑے ہو کر پھینکتے ہیں جس سے کچھ تو لوگوں کے ہاتھ میں آتی ہیں اَور اَکثر زمین پر گر کر پَیروں میں رَوندی جاتی ہیں جس سے رِزق کی بے اَدبی اَور گناہ ہونا ظاہر ہے۔ حدیث شریف میں اِکرامِ رزق کا حکم اَور اُس کی بے اِحترامی سے وبال سلبِ رزق آیا ہے، خدا سے ڈرو اَور رِزق برباد مت کرو (اَور بے اَدبی کے علاوہ بدعت اَور ریا وغیرہ کا گناہ بھی اِس رسم میں موجود ہے)۔

(ماخوذ اَز : بارہ مہینوں کے فضائل واَحکام)

عمار خان کا نیا اِسلام اَور اُس کی سرکوبی

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم ﴾

نوٹ : یہ تحریر حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم نے اپنی کتاب ''عمار خان کا نیا اِسلام'' کے پیش لفظ کے طور پر لکھی ہے۔

متجدِدین (Modernists) میں سے جاوید غامدی کو کچھ ناسمجھ لوگوں میں مقبولیت حاصل ہوئی جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اِن کی گمراہیوں کو نہ سمجھ سکے۔ جاوید غامدی بات کرتے ہیں تو قرآن وحدیث کے حوالے دیتے ہیں جس سے سننے والے یہ تأثر لیتے ہیں کہ یہ منکر حدیث نہیں ہیں۔ اِن کی خرافات کو سمجھنے کے لیے ہمارے کتابچے ''تحفۂ غامدی'' کا مطالعہ کیجئے، بعض اَور حضرات نے بھی غامدی صاحب کی گمراہیوں کو کھولا ہے۔

مقامِ عبرت ہے کہ جاوید غامدی باقاعدہ عالم نہیں ہیں لیکن دو چار وہ اَفراد جو معروف مدرسوں کے پڑھے ہوئے ہیں اُنہوں نے بھی غامدی صاحب کی بارگاہِ عقیدت میں سر جھکا کر اَپنے علم کو اُن پر فدا کر دیا ہے۔ اُن میں سے ایک غامدی صاحب کے شاگردِ رشید مولوی عمار خان ناصر ہیں جو مشہور ومعروف مولانا زاہد الراشدی صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ عمار خان، جاوید غامدی کو ہم عصر اہلِ علم میں سے شمار کرتے ہیں اَور اُن کے بے باک ترجمان ہیں۔ دونوں یہ چاہتے ہیں کہ اِسلام کا نیا اَیڈیشن لوگوں میں پھیلائیں۔ مولوی عمار خان چونکہ مولوی بھی ہیں اِس لیے وہ علم کے نام پر ایک تو علماء کے اَندر اِنتشار پیدا کرنے میں لگے ہوئے ہیں اَور دُوسرے عوام کو اہلِ حق علماء سے برگشتہ کرنے کے شغل کو بھی اِختیار کیے ہوئے ہیں۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب اِن کے پشت پناہ ہیں اَور اَپنا عذر (excuse) وہ یوں پیش کرتے ہیں :

''آج کے نوجوان اہلِ علم جو اِسلام کے چودہ سو سالہ ماضی اَور جدید گلوبلائزیشن کے ثقافتی ماحول کے سنگم پر کھڑے ہیں وہ نہ ماضی سے دَستبردار ہونا چاہتے ہیں اَور نہ مستقبل کے ناگزیر تقاضوں سے آنکھیں بند کرنے کے لیے تیار ہیں۔ وہ اِس کوشش میں ہیں کہ ماضی کے علمی وِرثہ کے ساتھ وابستگی برقرار رکھتے ہوئے قدیم وجدید میں تطبیق کی کوئی قابلِ قبول صورت نکل آئے مگر اُنہیں دونوں جانب سے حوصلہ شکنی کا سامنا ہے اَور وہ بیک وقت قدامت پرستی اَور تجدد پسندی کے طعنوں کے ہدف ہیں۔ مجھے اُن نوجوان اہلِ علم سے ہمدردی ہے میں اُن کے دُکھ اَور مشکلات کو سمجھتا ہوں اَور اُن کی حوصلہ اَفزائی کو اپنی دینی ذمہ داری سمجھتا ہوں صرف ایک شرط کے ساتھ کہ اُمت کے اِجماعی تعامل اَور اہل السنة والجماعة کے علمی مسلَّمات کا دائرہ کراس نہ ہو کیونکہ اِس دائرے سے آگے بہرحال گمراہی کی سلطنت شروع ہو جاتی ہے۔'' (حدود وتعزیرات، مصنفہ عمار خان ص 13)

جاوید غامدی اَور عمار خان مولانا زاہد الراشدی صاحب کے معیار پر کس قدر پورے اُترتے ہیں مولانا کو اِس بارے میں اپنی ذمہ داری کا اِحساس تک نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اِس خوش فہمی میں مبتلا ہوں کہ یہ نوجوان حق کے طالب ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ عمار خان ہی کی تحریریں پڑھیے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اپنے اَفکار میں پختہ اَور جامد ہیں، حق طلبی سے اِنہیں دلچسپی نہیں ہے اَور اُن کی اَصل غرض جاوید غامدی کے اَور اَپنے اَفکار کی اِشاعت ہے۔ اَور کیوں نہ ہو جبکہ جاوید غامدی صاحب تقدیر کا یہ اَٹل فیصلہ سنا چکے ہیں کہ

''اِس گروہ (یعنی طبقہ دیوبند) کی عمر پوری ہو چکی، اِس کی مثال اَب اُس فرسودہ عمارت کی ہے جو نئی تعمیر کے وقت آپ سے آپ ویران ہو جائے گی۔ آنے والے دَور کی اِمامت دَبستانِ شبلی ہی کے لیے مقدر ہے۔'' (مقامات : ص 21)

یہ لوگ آزاد غور و فکر کا طبل بجاتے ہیں لیکن دُوسرا کوئی حق بات ہی کیوں نہ بتائے یہ اِن کو گوارا نہیں اَور اِن کی کوشش یہ ہے کہ جھوٹ یا سچ جیسے بھی ہو اُس کی بات کو ٹال دیا جائے یا مردُود بنا دیا جائے۔ اہلِ علم اَور اہلِ حق میں سے کوئی کچھ کہہ بیٹھے اَور اُس میں رائی برابر بھی کچھ کہنے کی گنجائش مِل جائے تو رائی کا پہاڑ بنا کر پیش کریں اَور اہلِ حق کے خلاف خوب پروپیگنڈا کریں۔

آزاد غور و فکر کے لیے عمار خان کو جاوید غامدی کی شاگردی اِختیار کرنا پڑی۔ ظاہر ہے کہ آزادانہ غور و فکر کے لیے ایسے لوگوں کی شاگردی ضروری ہے جو غور و فکر میں آزاد ہیں اَور اُصول و فروع اِیجاد کرنے میں ائمہ مجتہدین کے اُصول کے پابند نہیں۔ اِسی آزادانہ غور و فکر کے نتیجے میں حاصل ہونے والے کچھ اُصول اپنی کتاب ''حدود و تعزیرات'' میں ذکر کیے ہیں۔ اُن کا جواب ہم نے اپنے ایک کتابچے بنام ''مقامِ عبرت'' میں شائع کیا پھر اللہ تعالیٰ کے کرنے سے ایسے حالات بنے کہ عمار خان کے اَور مضامین کے خلاف بھی لکھنا پڑا۔ اَب اِس کا داعیہ پیدا ہوا کہ اِن سب مضامین کو یکجا شائع کیا جائے۔ اِس داعیے کو دیکھتے ہوئے ضرورت محسوس ہوئی کہ ''مقامِ عبرت'' میں ہم نے اِختصار سے کام لیا تھا جس کا عمار خان نے غلط فائدہ اُٹھایا لہٰذا اُس کی جگہ ایک ایک بات کو تفصیل سے لکھا جائے، اِس طرح ''مقامِ عبرت'' کا دُوسرا اَیڈیشن وجود میں آیا۔

مولانا زاہد الراشدی صاحب سے ہمیں شکوہ ہے کہ جب وہ سنت کا وہ معنی لیتے ہیں جو چودہ سو سال سے چلا آرہا ہے اَور جب اِجماعی تعامل اَور اہلِ سنت کے مسلّمات کے وہ قائل ہیں تو اُنہیں اَندازہ تو ہوگا کہ عمار خان کی کون سی بات درست ہے اَور کون سی غلط ہے۔ لیکن مولانا اپنی رائے دینے کے بجائے آزاد غور و فکر کے نام پر دُوسروں کو لڑا کر اَور اُلجھا کر خود تماشا دیکھتے ہیں۔

مولانا کو جاوید غامدی اَور عمار خان سے ہمدردی ہے لیکن دُوسرے عام و خاص مسلمانوں سے اَور دینِ حق سے وہ اِس طرح ہمدردی کا اَور حدیث '' اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ '' پر کلی عمل کا مظاہرہ نہیں کررہے حالانکہ عمار خان نے ذرا ذرا سی مثالیں دے کر کسی بھی مناسبت کے بغیر محض اپنے اِجتہاد کے لیے ہادمِ دین ضابطے نکالے ہیں۔

عمار خان کے خود تراشیدہ ضابطے :

ذرا غور کیجئے ! عمار خان نے مندرجہ ذیل ضابطے نکالے ہیں جن کی بنیاد پر کوئی مجتہد یا متبحر نہیں بلکہ خود عمار خان اَور جاوید غامدی اِجتہاد و اِستنباط کر بھی چکے ہیں اَور مزید کرنا چاہتے ہیں، اُن کے اِیجاد کردہ قواعد وضوابط یہ ہیں :

1۔ ''مقبول و مرفوع حدیث سے ایک حکم ثابت ہے۔ اِس کے علم کے باوجود اِجتہاد و اِستنباط کر کے اُس سے مختلف حکم اِختیار کیا جا سکتا ہے۔''

عمار خان کے اِس قاعدے اَور ضابطے سے سنت وحدیث کی تشریعی حیثیت جاتی رہتی ہے۔

2۔ ''قران مجمل کی خود تعیین کرے تو وہ شرعی و اَبدی ہے اَور جو تعیین حدیث سے ہو وہ محض عرف پر مبنی ہے شرعی و اَبدی نہیں ہے۔''

عمار خان کے اِس ضابطے کی قرآن وحدیث اَور صحابہ میں کوئی دلیل نہیں۔ عمار خان اَور جاوید غامدی نے محض اپنی عقل سے یہ ضابطہ بنا لیا ہے۔ اِس کی وجہ سے عمار خان منکرین حدیث کے قریب ہو گئے ہیں جو اِس بات کے قائل ہیں کہ قرآن کی تشریح ہر دَور کے تقاضوں کے مطابق ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دَور کے مطابق کی اَور بعد والے اَپنے دَور کے مطابق کریں گے۔

3۔ ''اِجماع سکوتی محض ظنی ہے اَور ظنی دَرجے کی یہ حجت یہ دَرجہ ہرگز نہیں رکھتی کہ اُس کی بنیاد پر قرآن وسنت سے براہِ راست اِستنباط کا دَروازہ بند کر دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اَکابر اہلِ علم کے سامنے کوئی ایسا علمی سوال آ جائے یا کوئی ایسا عملی مسئلہ اُٹھ کھڑا ہو جس کے لیے خود نصوص کی طرف رُجوع کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو وہ ''مزعومہ اِجماع'' کو ایک طرف رکھتے ہوئے قرآن وسنت کے براہِ راست مطالعے کی بنیاد پر اُس سوال اَور اِشکال یا علمی مسئلے کے حل کے لیے نئی تعبیر یعنی نیا حکم پیش کرتے ہیں۔''

ہم کہتے ہیں کہ اَکابر اہلِ علم کی عملی روِش کیا یہی ہے ؟ ایسا بالکل نہیں ہے جیسا کہ ہم آگے

اِس کو بیان کریں گے۔

4۔ ''یہ معلوم کرنا ممکن نہیں کہ صحابہ وتابعین نے کون سی متعین رائے کس اِستدلال کی بنیاد پر اِختیار کی تھی۔''

ہم کہتے ہیں کہ تابعینؒ صحابہؓ کے باقاعدہ شاگرد تھے اَور اُن کے بعد بھی تعلیم وتعلم کا نظام تسلسل سے چلا اَور تابعین ہوں یا تبع تابعین اُن کے بڑے بڑے حضرات مجتہد بنے۔ یہ بات اِستدلال کو سیکھے بغیر محض تقلید سے حاصل نہیں ہوتی اَور عام طور سے متبحرین یا مجتہدین فی المذہب اپنے اَساتذہ کے دلائل سے اُن کا اِستدلال سمجھ لینے کی لیاقت رکھتے تھے۔ لیکن عمار صاحب اَب نئے سرے سے نصوص پر غور کریں گے، اپنے اِستدلال کو بنیاد بنائیں گے اَور جو حکم سامنے آئے گا اُس کو لیں گے اَور اگر اِجماع اُس کے مزاحم ہوگا تو اُس کو بھی نظر اَنداز کر دیں گے۔

5۔ ''صحابہ وتابعین کی آراء اَور اُن کے فتاوٰی کا ایک مخصوص عملی پس منظر تھا یعنی اُس وقت مخصوص سماجی اَور معاشی حالات پیش نظر تھے جن سے علیحدہ کر کے اُن اَحکام کو صحیح طور پر سمجھنا ممکن نہیں۔ اَور چونکہ وہ مخصوص عملی پس منظر بدل چکا ہے لہٰذا جو حکم پہلے دَور میں سمجھا جاتا تھا وہ اَب اِس طرح سے سمجھا نہیں جا سکتا، اِس لیے ہمیں اپنے نئے پس منظر میں اَحکام کو معلوم کرنا ہوگا۔''

ہم کہتے ہیں کہ یہ بات بھی منکرین حدیث والی ہے۔

6۔ ''فقہ وتفسیر کا جو ذخیرہ دَورِ اَوّل کا ملتا ہے وہ کسی طرح بھی قرآن وسنت کے کل علمی اِمکانات کا اِحاطہ نہیں کرتا اِس لیے اپنے آپ کو اُن فقہی وتفسیری آراء کا نہ تو پابند کرنا درست ہے اَور نہ اُن کو قانون سازی کا مأخذ بنانا درست ہے بلکہ حالات کی تبدیلی میں قانون سازی کا اَصل مأخذ نصوص ہی قرار پاتے ہیں۔

غرض ائمہ فقہاء کی آراء معیار نہیں بلکہ جو اُمور معیار ہیں وہ یہ تین چیزیں ہیں :

(i) مزاج (ii) شرعی نصوص اَور (iii) نئے حالات کے تحت نئے اَحکام۔''

ہم کہتے ہیں کہ لیجئے سب حجتوں سے جان بخشی ہوئی اَور اَب عمار خان ہیں اَور نصوص ہیں، وہ اُن کی جیسے چاہے جوڑ توڑ کریں اَور جو چاہیں اُن کی شکل بنائیں۔ پہلوں کی تو آراء تھیں اِس لیے معیار نہیں تھیں اِس دعوے کے مفہومِ مخالف سے یہ نکلا کہ عمار خان اَور جاوید غامدی جو کچھ کہیں گے وہ رائے نہیں ہوگی وحی کے دَرجے کی چیز ہوگی۔

7۔ ''عمار خان حدیث کو علی الاطلاق ضعیف کہہ کر اُس کی اہمیت کو گھٹاتے ہیں مثلاً وہ حدیث جس میں عورت کی دیت کو مرد کی دیت کا نصف قرار دیا ہے۔''

عمار خان اُس کو ضعیف کہتے ہیں حالانکہ بعض قرائن وحالات میں ضعیف حدیث واجب العمل ہوتی ہے اَور عورت کی نصف دیت والی حدیث کا بھی ایسا ہی معاملہ ہے۔

8۔ ''غیر صحابی پر صحابی کی تقلید واجب نہیں ہے۔''

ہم کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ مجتہدین کے نزدیک اِختلافی ہے یہاں تک کہ خود حنفیہ کے ہاں بھی۔ پھر اِس مسئلہ کے ایک پہلو کے اِظہار سے عمار خان کا کیا مقصد ہے ؟

تنبیہ 1 :

عہدِ رسالت کے بھلے مانس لوگوں پر بہتان لگانا جائز ہے۔ عمار خان لکھتے ہیں :

''ممکن ہے مولانا محترم (عبدالواحد) کا یہ مفروضہ منافقین کے بارے میں درست ہو لیکن جہاں تک مخلص اَور خدا ترس اہلِ اِیمان کا تعلق ہے تو مستند روایات کی رُو سے وہ ایسا کرنے کی (یعنی زِنا کے اَڈے چلانے کی، مستقل یاری آشنائی کرنے کی اَور زِنا بالجبر کرنے کی) پوری پوری جرأت رکھتے تھے۔''

تنبیہ 2 :

یہ مذکورہ چند ضابطے بطورِ نمونہ اُن ضابطوں میں سے ہیں جو عمار خان ناصر نے اپنی کتاب ''حدود وتعزیرات'' میں ذکر کیے ہیں اَور جن کو وہ تلبیس سے کام لیتے ہوئے اہلِ سنت کے ضابطے قرار دیتے ہیں۔ جن اہلِ علم حضرات کو جاوید غامدی اَور عمار خان جیسوں سے ہمدردی ہے کیا وہ اِن اُصول

وضوابط کو اُن مقاصد سمیت جو یہ لوگ بتاتے ہیں اہلِ سنت کے اُصول وضوابط مانتے ہیں ؟ عمار خان کے بتائے ہوئے اِن ضابطوں پر ہم آگے تفصیل سے کلام کریں گے۔

ہم اُن اہلِ علم حضرات سے کیا یہ توقع رکھنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ تاویلوں کے چکر میں پڑنے کے بجائے حق کو حق کہیں اَور باطل کو باطل کہیں۔ تاویل اُن لوگوں کے کلام میں کی جاتی ہے جو اہلِ سنت ہوں، اہلِ حق ہوں اَور تسلیم شدہ اہلِ علم ہوں۔ جبکہ عمار خان سے بحالاتِ موجودہ جس طرح کی ہمدردی کی جارہی ہے اَور جس طرح اُن کا دفاع کیا جارہا ہے وہ اِس حدیث کا مصداق ہے مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ .

علاوہ اَزیں یہ حقیقت بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ ہمارے علاقوں میں فقہ حنفی کا رواج ہے اَور اُسی کے اُصول وفروع پڑھنے پڑھانے کا معمول ہے۔ لہٰذا علماء کے ذہنوں میں بھی حنفی اُصول ہی نقش ہوتے ہیں اَور یہ کوئی نقص نہیں ہے۔ جو حضرات زیادہ فقہی ذوق رکھتے ہیں وہ دیگر فقہوں کا بھی علم حاصل کر لیتے ہیں۔ اِس لیے اَگر عمار خان پر کوئی فقہ حنفی کے اُصول وفروع کی رُو سے اِعتراض کرے تو اُس کی روِش غلط نہیں درست ہے اَور عمار خان کو کچھ حق نہیں کہ وہ اُن پر کسی بھی قسم کا اِعتراض کریں یا پھبتیاں کسیں۔

عمار خان کے پھبتیاں کسنے کی اَور بلاوجہ کا اِعتراض کرنے کی ایک مثال یہ ہے، وہ لکھتے ہیں :

> ''دینی مدارس کے طلبہ واَساتذہ کے متعلق عام طور پر یہ شکایت کی جاتی ہے کہ وہ جدید علوم سے واقفیت حاصل نہیں کرتے اَور نتیجتاً دَورِ جدید کے ذہنی مزاج اَور عصری تقاضوں کے اِدراک سے محروم رہ جاتے ہیں۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے لیکن میرے نزدیک اِس طبقے کا زیادہ بڑا اَلمیہ یہ ہے کہ یہ خود اپنی علمی روایت، وسیع علمی ذخیرے اَور اپنے اَسلاف کی آراء واَفکار اَور متنوع تحقیقی رُجحان سے نابلد ہے۔ اِس علمی تنگ دَامنی کے نتیجے میں اِس طبقے میں جو ذہنی روّیہ پیدا ہوتا ہے وہ بڑا دلچسپ اَور عجیب ہے۔

یہ حضرات اپنے محدود علمی ماحول میں جو باتیں سنتے اَور مطالعے کے لیے اپنے اَساتذہ کی طرف سے بڑی اِحتیاط سے منتخب کردہ کتب میں جو چیزیں پڑھتے ہیں اُس کے علاوہ اِنہیں ہر چیز گمراہی اَور بے راہ روِی محسوس ہوتی ہے اَور یہ غیر شعوری طور پر نہیں ہوتا بلکہ اِس کی باقاعدہ ذہن سازی کی جاتی ہے۔ میرا بارہا کا تجربہ ہے کہ کوئی علمی بات یا نکتہ اِس ماحول کے تربیت یافتہ حضرات کے سامنے پیش کیا جائے تو پہلے کہیں پڑھا یا سنا نہ ہونے کی وجہ سے اُن کا فوری تأثر یہ ہوتا ہے کہ یہ تو اَکابر سے ہٹ کر دین میں ایک ''نئی بات'' کہی جا رہی ہے اَور اگر معاملہ ذرا حساسیت کا حامل ہو تو فورًا اُس پر گمراہی اَور ضلالت کے فتوے بھی لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ [1] اِس اِمکان کی طرف اُن کا ذہن متوجہ ہی نہیں ہوتا کہ ایسی کسی بات پر کوئی ردِّعمل ظاہر کرنے سے پہلے ماضی کے علمی ذخیرے کی مراجعت کرتے ہوئے اِس بات کی تحقیق کر لی جائے کہ ہم نے جو بات اَب تک پڑھ یا سن رکھی ہے اُس سے مختلف بھی کوئی رائے اُس ذخیرے سے ملتی ہے یا نہیں ؟ یوں یہ حضرات اپنے اِردگرد کے چند گنے چنے اَکابر سے سنی ہوئی باتوں کو ہی علم کی کائنات سمجھتے اَور کوئی بھی نئی بات سامنے آنے پر اَپنے اَپنے حوصلے اَور وسعتِ ذہن کے مطابق اُس پر گمراہی، تحریف اَور تاویل باطل وغیرہ کے فتوے جڑنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں کرتے۔'' (ماہنامہ اَلشریعہ جون 2013 ص:27)

---

[1] یہ عمار خان کا بارہا کا اَپنا تجربہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عمار خان نے اِن حضرات کے سامنے ایسی باتیں رکھی تھیں۔ عمار خان کو اَیسا تجربہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اَور اُن کا مقصد کیا تھا ؟ عمار خان نے اَپنے آپ کو اَور اپنی وسعت علمی کو سند (Authority) کیسے سمجھ لیا ؟ (عبدالواحد غفرلہٗ)

نوٹ : عمار خان نے دینی مدارس کے طلبہ و اَساتذہ پر کم علمی اَور اَپنے علمی ذخیرے سے عدم واقفیت کی پھبتی کسی ہے۔ یہ حضرات کم علمی کے باوجود اَپنے دائرے میں رہتے ہوئے عام طور سے دیانتداری سے فتوے جڑتے ہیں۔ لیکن عمار خان تو اپنی گمراہی پھیلانے کے لیے قواعد خود گھڑ کے اُن کو اہلِ سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں اَور دھوکہ اَور فریب سے کام لینے میں ذرا نہیں جھجکتے۔ آگے ہم عمار خان کی اِن حرکتوں کو اِنشاء اللہ کھولیں گے۔

یہ سب کچھ ذکر کر کے ہم نے بہت رعایت کر دی ورنہ عمار خان کو تو کچھ کہنے اَور لکھنے کا شرعی حق نہیں ہے کیونکہ جو کچھ اُنہوں نے کیا ہے اَور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اَور جو مزید وہ کرنا چاہتے ہیں اُن سب کا حاصل دینِ اِسلام کو اپنی رائے کے مطابق نئی شکل دینا ہے، یہ غرض فاسد ہے۔

مولانا زاہد الراشدی صاحب اِن سب باتوں سے یقیناً واقف ہوں گے کیونکہ سمجھ بوجھ والے آدمی ہیں پھر بھی وہ جہاں دُوسروں کا علمی دباؤ محسوس کرتے ہیں، عمار خان کے دِفاع میں آجاتے ہیں اَور حق بات کہنے کے فریضے کو ترک کر دیتے ہیں۔

عمار خان کی اہلِ حق پر طعنہ زنی :

جو لوگ واقعی حق کے طالب ہوتے ہیں اُن کو اَگر اہلِ علم اَور اہلِ حق سے کچھ اِختلاف بھی ہو جائے تو وہ اُن کی علمیت کا اِعتراف کرتے ہیں اَور اَپنے اِختلاف کو اِشکال کے دَرجے میں رکھتے ہیں اَور اُن پر طنز و طعنہ زنی نہیں کرتے۔ لیکن غامدی اَور عمار خان ایسا اِلتزام نہیں کرتے کہ حق کو ضرور مانیں گے بلکہ اَدب و اِحترام کی رعایت بھی نہیں کرتے۔

جاوید غامدی کی طعنہ زنی :

وہ لکھتے ہیں :

i۔ ''اِس لحاظ سے دیکھا جائے تو اللہ کی ہدایت یعنی اِسلام کے مقابلے میں تصوف وہ عالمگیر ضلالت ہے جس نے دُنیا کے ذہین ترین لوگوں کو متاثر کیا ہے۔''

(برہان : ص156)

ii۔ فقیہانِ کرام اِس بات پر متفق ہیں کہ لڑکیوں کے حصے بہر صورت پورے ترکے میں سے دیے جائیں گے۔ اِن حضرات کی یہی غلطی ہے جس کی وجہ سے اِنہیں عول کا وہ عجیب و غریب قاعدہ اِیجاد کرنا پڑا ہے جس کو ماہرینِ فقہ و قانون کی بوالعجبیوں میں قیامت تک بلند ترین مقام حاصل رہے گا۔ کسی شخص نے کبھی علمی دُنیا کے اعجوبوں کی تاریخ مرتب کرنا شروع کی تو ہمیں یقین ہے کہ ہمارے علم میراث کی یہ یادگار اُس میں سرِفہرست ہوگی۔ حیرت ہوتی ہے کہ اَسلوبِ بیان کی نزاکتوں کو سمجھنے اَور آیات پر غور و تدبر کرنے کے بجائے اِن حضرات نے یہ چیستان اللہ تعالیٰ سے منسوب کر دیا ہے اَور اِس کی دَریافت کا سہرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر باندھا ہے۔'' (میزان : ص 50، نیا اَیڈیشن)

عمار خان کے طنز :

وہ لکھتے ہیں :

i۔ ''اِس ضمن میں فقہی ذخیرے اَور بالخصوص فقہ حنفی کی بعض جزئیات بدیہی طور پر شریعت کے منشاء اَور عدل و اِنصاف کے تقاضوں کے منافی دِکھائی دیتی ہیں۔''
(حدود و تعزیرات : ص 65)

ii۔ ''(فقہاء کی) یہ جزرسی غالبًا کسی دَاد کی محتاج نہیں ہے۔''

عمار خان کی جاوید غامدی سے عقیدت :

اَور عمار خان کی نظر میں جاوید غامدی کے فقہی اِفادات کیا حیثیت رکھتے ہیں اِس کو پڑھ لیجئے۔

داڑھی سے متعلق عمار خان لکھتے ہیں :

''دین میں داڑھی کی حیثیت کے بارے میں اُستاذ گرامی جناب جاوید اَحمد غامدی کے دو قول ہیں۔ قولِ جدید کے مطابق یہ اُن کے نزدیک کوئی دینی نوعیت رکھنے والی

چیز نہیں جبکہ قولِ قدیم یہ ہے کہ اِسے دین کے ایک شعار اَور اَنبیاء کی سنت کی حیثیت حاصل ہے۔'' (براہین : ص702)

عمار خان پہلا اَور دُوسرا یا نیا اَور پرانا بھی کہہ سکتے تھے لیکن اُنہوں نے ''قولِ قدیم'' اَور ''قولِ جدید'' کی تعبیر کو اِختیار کیا ہے جو اِمام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھ معروف ہے۔ معروف بھی عرف سے ہے، عمار خان عرف ورواج کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اِس لیے ہم کہتے ہیں ع

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

۞ ۞ ۞

مجموعہ مقالاتِ حامدیہ

قرآنیات

عالمِ ربانی محدثِ کبیر

حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ مدنیہ جدید و خانقاہِ حامدیہ

و اَمیر مرکزیہ جمعیت علمائے اِسلام

نظر ثانی و عنوانات

شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

باہتمام

خانقاہِ حامدیہ ۱۹ رکلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے ''مجموعہ مقالاتِ حامدیہ'' کا پہلا حصہ جو ''قرآنیات'' سے متعلق ہے شائع ہو کر مارکیٹ میں آچکا ہے، رعایتی قیمت : ۸۰ روپے

(رابطہ نمبر : 0333-4249-302)

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

محض ثواب کی نیت سے سات سال اَذان دینے کی فضیلت :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : مَنْ اَذَّنَ سَبْعَ سِنِیْنَ مُحْتَسِبًا کُتِبَتْ لَہٗ بَرَاءَۃٌ مِنَ النَّارِ.[۱]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص محض ثواب حاصل کرنے کے لیے سات سال تک اَذان دے تو اُس کے لیے دوزخ سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔

ف : یہ حدیث سند کے لحاظ سے کمزور ہے لیکن چونکہ فضائلِ اَعمال میں وارد ہوئی ہے اِس لیے اِس کے ضعیف ہونے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا، تاہم اِس سلسلہ میں بہت سی صحیح اَحادیث بھی موجود ہیں جن سے اَذان کی فضیلت واہمیت معلوم ہوتی ہے۔

عقیقہ ساتویں دِن کرنا مستحب ہے :

عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْغُلَامُ مُرْتَھَنٌ بِعَقِیْقَتِہٖ یُذْبَحُ عَنْہُ یَوْمَ السَّابِعِ وَ یُسَمّٰی وَیُحْلَقُ رَأْسُہٗ.[۲]

حضرت خواجہ حسن بصریؒ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : بچہ اَپنے عقیقہ کے بدلے میں گروی ہوتا ہے

---

[۱] ترمذی ج ۱ ص ۵۱ باب ماجاء فی فضل الاذان ، اِبن ماجہ ص ۵۳ باب فضل الاذان وثواب المؤذنین. مشکوۃ ص ۶۵ .

[۲] مُسند اَحمد ج ۵ ص ۱۲ ، ترمذی ج ۱ ص ۲۷۸ باب ماجاء فی العقیقۃ ، ابوداوٗد ج۲ ص ۳۶ باب فی العقیقۃ ، نسائی ج ۲ ص ۱۶۷ باب متی یعق ، مشکوۃ ج ۲ ص ۳۶۲ .

(لہٰذا) ساتویں دِن اُس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے، ساتویں دِن اُس کا نام رکھا جائے اَور (ساتویں دِن) اُس کا سر منڈایا جائے۔

ف : عقیقہ کرنا مستحب عمل ہے بہتر ہے کہ بچے کی وِلادت کے ساتویں روز لڑکا ہے تو دو بکرے اَور لڑکی ہے تو ایک بکرا اُس کی جانب سے ذبح کیا جائے، ساتویں روز اُس کا نام رکھا جائے اَور ساتویں روز اُس کا سر منڈوا کر اُس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی یا اُس کی قیمت صدقہ کردی جائے اَور ساتویں روز ہی بچے کا ختنہ کیا جائے ، اِن تمام اُمور میں سادگی کو ملحوظ رکھا جائے اَور ریاء وتفاخر سے بچا جائے۔

حضرت اُم عطیہؓ حضور علیہ السلام کے ہمراہ سات غزوات میں شریک ہوئیں :

عَنْ اُمِّ عَطِیَّةَ الْاَنْصَارِیَّةِ قَالَتْ : غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ اَخْلُفُھُمْ فِیْ رِحَالِھِمْ ، فَاَصْنَعُ لَھُمُ الطَّعَامَ ، وَاُدَاوِی الْجَرْحٰی وَاَقُوْمُ عَلَی الْمَرْضٰی.[1]

حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسولِ اَکرم ﷺ کے ہمراہ سات غزوات میں شریک ہوئی ہوں ، میں (میدانِ جنگ میں) اُن (مجاہدین) کے خیموں میں رہا کرتی تھی (جہاں میں) اُن کے لیے کھانا پکاتی ، زخمیوں کی دوا دَارو کرتی اَور بیماروں کی دیکھ بھال کیا کرتی تھی۔

[1] مُسلم ج ۲ ص ۱۱۷ باب النساء الغازیات یر ضخ لھن، مشکوۃ ص ۳۴۲

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۲۰؍ذی الحجہ/ ۲۶؍اَکتوبر سے عیدالاضحیٰ کی تعطیلات کے بعد جامعہ مدنیہ جدید میں تعلیم شروع ہوگئی، والحمدللہ۔

جامعہ مدنیہ جدید کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ ۶؍اکتوبر کو سفرِ حج کے لیے روانہ ہوئے اَور ۱۷؍اَکتوبر کو بخیریت واپس تشریف لے آئے، والحمدللہ۔

وفیات

۳؍اَکتوبر کو جناب حافظ مجاہد صاحب کی بھاوج صاحبہ وفات پا گئیں۔

۴؍اَکتوبر کو قاری رفیق اَحمد صاحب کی والدہ صاحبہ طویل علالت کے بعد سرگودھا میں وفات پاگئیں۔

۱۳؍اَکتوبر کو محترمہ عمارہ خاتون طویل علالت کے بعد وفات پا گئیں۔

۲۵؍اَکتوبر کو کراچی کے بھائی آفتاب حسین صاحب کی والدہ محترمہ وفات پا گئیں۔

۲۷؍اَکتوبر کو اَلحاج محمد شعیب صاحب عباسی کے بڑے بھائی مری میں رِحلت فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اَعلیٰ مقام عطا فرمائے اَور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اَور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامد

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمدللہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور